بسم اللہ الرحمن الرحیم

کل محدثۃ بدعۃ وکل بدعۃ ضلالۃ وکل ضلالۃ فی النار

مروّجہ

جشن عید کا شرعی جائزہ

تالیف

(مولانا) محمد موسیٰ شاکرؔ

خطیب جامع مسجد مکی شفیلڈ انگلینڈ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

اللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِ مُحَمَّدٍ
کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ وَعَلٰی آلِ اِبْرٰھِیْمَ
اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

انتساب

میں اپنی اس حقیر سی کاوش کو بارگاہ ربّ العالمین میں عرض قبولیت پیش کرتے ہوئے اپنے تمام **مہربان اساتذہ کرام** کے نذر کرتا ہوں جنہوں نے بندہ کی تعلیم و تربیت میں شب و روز محنت فرمائی اور جن کی شفقت اور خصوصی توجہ کے سایۂ عاطفت تلے بندہ علوم نبوّت کی پیاس بجھاتا رہا۔

اور اپنے **مرحوم والدین رحمہما اللہ** کے نام منسوب کرتا ہوں جنہوں نے علم دین کے راستے پہ مجھے ڈالا اور جن کی دعاؤں کی بدولت میں اس قابل بن سکا۔ اور اللہ کے حضور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ میرے والدین اور مرحوم اساتذہ کو غریق رحمت فرمائے اور ان کی مغفرت فرما کر جنّت الفردوس میں اعلیٰ و ارفع مقام عطا فرمائے اور جو زندہ ہیں ان کو دین کی محنت کے لئے تادیر ترو تازہ رکھے۔

(اللّٰھم آمین)

محتاجِ دعاء : محمد موسیٰ شاکرؔ غفراللہ لہ

فہرست مضامین

فہرست مضامین

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستهديه، ونستغفره ونتوب إليه، ونعوذ بالله من شرور أنفسنا ومن سيئات أعمالنا، من يهده الله فلا مضل له، ومن يضلل فلا هادي له. وأشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له الذي أمر باتباع صراطه المستقيم، ونهى عن اتباع السبل المضلة، وأشهد أن محمداً عبده ورسوله الذي حذّر من البدع غاية التحذير، صلى الله عليه وعلى آله وأصحابه ومن تبعهم على الدين القويم، وسلم تسليماً كثيراً.

أما بعد ، ، ،

فإن الله سبحانه ـ جعل لِكُلِّ أُمَّة مَنْسكاً هم ناسكوه ؛ لإقامة ذكره والالتفات إلَى شكْره ، فقال تعالى : **﴿ ولكل أمَّة جَعلنا منسكاً ليذكروا اسم الله على ما رزقهم من بهيمة الأنعام فإلهكم إله واحد فله أسلموا وبشر المخبتين ﴾** [الحج : ٣٤] . وقال سبحانه : **﴿ ولكل أمة جعلنا منسكاً هم ناسكوه فلا ينازعنك في الأمر وادع إلى ربك إنك لعلى هدى مستقيم ﴾** [الحج : ٦٧] .

وقد تَعَبّد اللهُ هذه الأمة المرحومة ، أمة الإسلام
بعيدين حوليين في العام الواحد ، هما : عيدالفطر ،
وعيد الأضحى ، فعن أنس ـ رضي الله عنه ـ قال : قدم

رسول الله ﷺ المدينة ، ولهم يومان يلعبون فيهما ،
فقال : « قد أبدلكم الله بهما خيراً منهما : يوم الأضحى ،
ويوم الفطر » أخرجه أبو داود ، والنسائي بسند صحيح .

فصلى الله وسلم على من أتم الله به النعمة على هذه
الأمة ، وأكمل به الدين ، وجعله خاتماً للأنبياء
والمرسلين ، وجعل شريعته ناسخة لكل شرْعَة ودين ،
ورفع بشريعته كل جهالة وبدعة ، وبعثه داعياً أن لا يعبد
إلا الله ، وأن لا يعبد الله إلا بما شرع ، فكان من نعم
الله على عباده في شرعه المطهر : سنة العيد لأهل
الإسلام فأنعم الله على المسلمين بعيدين زمانيين
حوليين ، هما عيدا أهل الإسلام : عيد الفطر ، وعيد

الأضحى ، ويقال : عيد النحر

محفل میلاد اور اجلاس سیرت النبی ﷺ

قارئین کرام

۱۲/ ربیع الاول کو آنحضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا "جشن عید" منایا جاتا ہے۔ اور آج کل اسے اہل سنت کا خاص شعار سمجھا جانے لگا ہے۔ اس کے بارے

میں بھی چند ضروری نکات عرض کرتا ہوں۔

(۱) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر خیر ایک اعلیٰ ترین عبادت بلکہ روح ایمان ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ایک ایک واقعہ سرمہ چشم بصیرت ہے۔ آپ کی ولادت آپ کی صغر سنی۔ آپ کا شباب۔ آپ کی بعثت، آپ کی دعوت، آپ کا جہاد، آپ کی قربانی۔ آپ کا ذکر و فکر، آپ کی عبادت و نماز، آپ کے اخلاق و شمائل، آپ کی صورت و سیرت، آپ کا زہد و تقویٰ، آپ کا علم و خشیت آپ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، سونا جاگنا، آپ کی صلح و جنگ، خفگی و غصہ، رحمت و شفقت، تبسم و مسکراہٹ، الغرض آپ کی ایک ایک ادا اور ایک ایک حرکت و سکون امت کے لئے اسوہ حسنہ اور اکسیر ہدایت ہے، اور اس کا سیکھنا سکھانا، اس کا مذاکرہ کرنا، دعوت دینا امت کا فرض ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

اسی طرح آپ سے نسبت رکھنے والی شخصیات اور چیزوں کا تذکرہ بھی عبادت ہے۔ آپ کے احباب واصحاب، ازواج و اولاد، خدام و عمال، آپ کا لباس و پوشاک، آپ کے ہتھیاروں، آپ کے گھوڑوں، خچروں اور ناقہ کا تذکرہ بھی عین عبادت ہے کیوں کہ یہ دراصل ان چیزوں کا تذکرہ نہیں بلکہ آپ کی نسبت کا تذکرہ ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کے دو حصے ہیں۔ ایک ولادت شریفہ سے لیکر قبل از نبوت تک کا۔ اور دوسرا بعثت سے لیکر وصال شریف تک کا پہلے حصہ کے جستہ جستہ بہت سے واقعات حدیث و سیرت کی کتابوں میں موجود ہیں اور حیات طیبہ کا دوسرا حصہ ــــــ جسے قرآن کریم نے امت کے لئے "اسوہ حسنہ" فرمایا ہے ــــ اس کا مکمل ریکارڈ حدیث و سیرت کی شکل میں محفوظ ہے۔ اور اس کو دیکھنے سے ایسا لگتا ہے کہ آپؐ باہمہ خوبی و زیبائی گویا ہماری آنکھوں کے سامنے چل پھر رہے ہیں۔ اور آپؐ کے جمل جہاں آرا کی ایک ایک ادا اس میں صاف جھلک رہی ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

بلا مبالغہ یہ اسلام کا عظیم ترین اعجاز اور اس امت مرحومہ کی بلند ترین سعادت ہے کہ ان کے پاس ان کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا پورا ریکارڈ موجود ہے۔ اور وہ ایک ایک واقعہ کے بارے میں دلیل و ثبوت کے ساتھ نشاندہی کر سکتی ہے کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے؟ ــــ اس کے برعکس آج دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں جن کے پاس ان کے ہادی کی زندگی کا صحیح اور مستند ریکارڈ موجود ہو ــــ یہ نکتہ ایک مستقل مقالے کا موضوع ہے، اس لئے یہاں صرف اسی قدر اشارے پر اکتفاء کرتا ہوں۔

(۳) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کو بیان کرنے کے دو طریقے ہیں۔ ایک یہ کہ آپؐ کی سیرت طیبہ کے ایک ایک نقشے کو اپنی زندگی کے ظاہر و باطن پر اس طرح آویزاں کیا جائے کہ آپؐ کے ہر امتی کی صورت و سیرت، چال ڈھال، رفتار

وگفتار. اخلاق وکردار آپ ؐ کی سیرت کا مرقع بن جائے۔ اور دیکھنے والے کو نظر آئے کہ یہ محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہے ۔۔۔۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ جہاں بھی موقعہ ملے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر خیر سے ہر مجلس ومحفل کو معمور ومعطر کیا جائے۔ آپ ؐ کے فضائل وکمالات اور آپ ؐ کے بابرکت اعمال واخلاق اور طریقوں کا تذکرہ کیا جائے۔ اور آپ ؐ کی زندگی کے ہر نقش قدم پر مرمٹنے کی کوشش کی جائے۔ سلف صالحین صحابہ و تابعین اور ائمہ ہدیٰ ان دونوں طریقوں پر عامل تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنے عمل سے زندہ کرتے تھے اور ہر محفل ومجلس میں آپ ؐ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ کرتے تھے۔ آپ ؐ نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا یہ واقعہ سنا ہوگا کہ ان کے آخری لمحات حیات میں ایک نوجوان ان کی عیادت کے لئے آیا۔ واپس جانے لگا تو حضرت نے فرمایا. برخوردار تمہاری چادر ٹخنوں سے نیچی ہے۔ اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف ہے ۔۔۔۔ ان کے صاحبزادے سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کے اپنانے کا اس قدر

شوق تھا کہ جب حج پر تشریف لے جاتے تو جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سفر حج میں پڑاؤ کیا تھا وہاں اترتے۔ جس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا اس درخت کے نیچے آرام فرمایا تھا اس درخت کے نیچے آرام کرتے۔ اور جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فطری ضرورت کے لئے اترے تھے. خواہ تقاضا نہ ہوتا تب بھی وہاں اترتے. اور جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے تھے اس کی نقل اتارتے۔۔۔۔ رضی اللہ عنہ یہ عاشقان رسول تھے (صلی اللہ علیہ وسلم) جن کے دم

قدم سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ صرف اوراق کتب کی زینت نہیں رہی بلکہ جیتی جاگتی زندگی میں جلوہ گر ہوئی۔ اور اس کی بوئے عنبرین نے مشام عالم کو معطر کیا۔ صحابہ کرامؓ اور تابعین عظامؒ بہت سے ایسے ممالک میں پہنچے جن کی زبان نہیں جانتے تھے۔ نہ وہ ان کی لغت سے آشنا تھے. مگر انکی شکل و صورت. اخلاق و کردار اور اعمال و معاملات کو دیکھ کر علاقوں کے علاقے اسلام کے حلقہ بگوش اور جمال محمدیؐ کے غلام بے دام بن گئے۔ یہ سیرت نبوی کی کشش تھی جس کا پیغام ہر مسلمان اپنے عمل سے دیتا تھا۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

جشن آمد رسول منانے کا باعث عہد صحابہؓ میں موجود تھا

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی کو اجتماعی طور پر منانا ایک ایسا عمل ہے جس کا سبب باعث اور محرکات سب عہدِ صحابہ میں بھی موجود تھے. یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں جو آج سامنے آیا ہو. وہ تمام محرکات و دواعی جن پر آج عمل کی بناء رکھی جاتی ہے.عہدِ صحابہؓ اور قرون مشہود لہا بالخیر میں باحساس اتم موجود تھے. لیکن ہمیں کوئی اس کا ثبوت نہیں ملتا کہ انہوں نے کبھی اس موقع پر اجتماعی خوشی کی ہو آخر کیوں ؟ اور نہ سہی کبھی آپؐ کی اولاد حضرت سیدہ فاطمہؓ حضرت ام کلثومؓ. حضرت امامہؓ. حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ نے ہی کبھی اپنے والد اور نانا کا یوم ولادت منایا ہو اسکا آپ کو کبھی ثبوت نہ ملے گا. آخر اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے. کیا آپ نے اس پر کبھی غور کیا.

کہ ان میں سے کسی کو بھی وہ بات نہ سوجھی جسے آج ہم نے مدار ایمان اور شعار اہل سنّت بنالیا ہے، یہ تو نا ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ پیارے پیغمبر ﷺ کا جشن مناتے، مگر تابعینؒ، تبع تابعینؒ، ائمہ مجتہدین اور محدثین میں سے کوئی اسے نقل نہ کرتا، میلاد کے ان جلوسوں کے ناجائز اور خلاف شریعت ہونے کے لئے یہی کافی ہے کہ ان کا ثبوت قرآن وسنت اور خیر القرون میں نہیں ملتا، نہ تو انہوں نے محبت و عشق کے نام پر نئے نئے طریقے رائج کئے اور نہ ہی حقیقی پیغام کو جاننے، سمجھنے اور پھیلانے کے سوا کوئی دوسرا طرز حیات اختیار کیا اس لئے کہ ان کا عشق و محبت بلا شک وشبہ مسلّم تھا، وہاں ہر روز، روز عید اور ہر شب شب برات کا قصہ

تھا۔ ظاہر ہے کہ جب ان کی پوری زندگی "سیرت النبی" کے سانچے میں ڈھلی ہوئی تھی. جب ان کی ہر محفل و مجلس کا موضوع ہی سیرت طیبہ تھا۔ اور جب ان کا ہر قول و عمل سیرت النبی کا مدرسہ تھا تو ان کو اس نام کے جلسوں کی نوبت کب آسکتی تھی۔ لیکن جوں جوں زمانہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور سے بعد ہوتا گیا عمل کے بجائے قول کا اور کردار کے بجائے گفتار کا سکہ چلنے لگا۔۔۔۔۔ الحمد للہ یہ امت کبھی بانجھ نہیں ہوئی۔ آج اس گئے گزرے دور میں بھی اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے موجود ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا آئینہ سامنے رکھ کر اپنی زندگی کے گیسو و کاکل سنوارتے ہیں. اور ان کے لئے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک

ایک سنت ملک سلیمان اور گنج قارون سے زیادہ قیمتی ہے۔ لیکن مجھے شرمساری کے ساتھ یہ اعتراف کرنا چاہئے کہ ایسے لوگ کم ہیں، جب کہ ہم میں سے اکثریت مجھ ایسے بدنام کنندہ گپوڑوں اور نعرہ بازوں کی ہے جو سال میں ایک دوبار سیرت النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نعرے لگا کر یہ سمجھ لیتے ہیں۔

کہ ان کے ذمہ ان کے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جو حق تھا وہ قرض انہوں نے پورا ادا کر دیا. اور اب ان کے لئے شفاعت واجب ہوچکی ہے۔ مگر ان کی زندگی کے کسی گوشے میں دور دور تک سیرت طیبہ کی کوئی جھلک دکھائی نہیں دیتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک سیرت کے ایک ایک نشان کو انہوں نے اپنی زندگی کے دامن سے کھرچ کھرچ کر صاف کر ڈالا ہے۔ اور روزمرہ نہیں بلکہ ہر لحہ اس کی مشق جاری

رہتی ہے. مگر ان کے پتھر دل کو کبھی احساس تک نہیں ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی سنتوں اور اپنے طریقوں کے مٹنے سے کتنی تکلیف اور اذیت ہوتی ہوگی۔ وہ اس خوش فہمی میں ہیں کہ بس قوالی کے دو چار نغمے سننے. نعت شریف کے دو چار شعر پڑھنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ادا ہو جاتا ہے۔

آج بھی جس دل و دماغ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت جلوہ پیرا ہوگی وہ آپ کی ولادت کی خوشی کو ذاتیات کے پہلو سے نہ دیکھے گا. آئینہ رسالت میں دیکھتے دیکھتے اپنی زندگی کے ہر قدم کو آپ کی سنّت اور سیرت کے ڈھانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرے گا. صحابہؓ آپ کے اسی جذبۂ محبت سے سرشار تھے. اس لیے انہوں نے کبھی آپ سے متعلق محبت کے جذبات کا اظہار نہ کیا تھا.

میلاد شریف کیا خلفائے راشدین، اہل بیت اور صحابہ کرامؓ نے منایا؟

جب ہم پیارے پیغمبر ﷺ کی زندگی اور آپ ﷺ کی سیرت کو دیکھتے ہیں تو صاف نظر آتا ہے کہ نہ تو آپ ﷺ نے اپنی ولادت کا دن منایا جبکہ نبوت کے ملنے کے بعد آپ ﷺ تیئس سال مسلمانوں میں موجود رہے، اور

نہ ہی اپنے صحابہؓ کو اس کا حکم دیا، نہ ہی خلفائے راشدینؓ نے اپنے (۳۰) تیس سالہ خلافت راشدہ کے دور میں اس دن کو منایا۔

☆ پیارے پیغمبر ﷺ کے یار غار سیّدنا حضرت ابو بکر صدیقؓ جو خلیفہ اوّل تھے جنہوں نے ۱۱ لاکھ مربع میل تک اسلام کا پرچم لہرایا، ان کے دور خلافت میں دو مرتبہ ربیع الاوّل کا مہینہ آیا کیا انہوں نے یہ دن منایا؟

☆ فاروق اعظمؓ جنہوں نے ۲۲ لاکھ مربع میل تک اسلام کی سرحدات کو وسعت دی، ان کے دور خلافت میں دس مرتبہ ربیع الاوّل کا مہینہ آیا، کیا انہوں نے اس دن کو منایا؟

☆ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنیؓ جنہوں نے ۴۴ لاکھ مربع میل کے علاقے پر پرچم اسلام کو لہرایا اور اسلامی سرحدات کو وسعت دی، ان کے دور خلافت میں بارہ مرتبہ ربیع الاوّل کا یہ مہینہ آیا، کیا انہوں نے میلاد شریف منایا؟

☆ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دور خلافت میں ۵ مرتبہ یہ مہینہ آیا کیا انہوں نے یہ دن منایا؟

☆پھر مجموعی طور پر دور صحابہ کرامؓ پر نظر ڈالئے تو معلوم ہو گا کہ نہ ہی صحابہ کرامؓ نے ہجری ۱۱۰: تک کے اپنے دور میں یہ دن منایا۔

☆اور نہ ہی تابعینؒ نے کم و بیش دو سو بیس سالہ اپنے دور میں اس دن کو منایا، اور نہ ہی اتباع تابعینؒ نے اس دن کو منایا۔

☆اور نہ ہی ائمہ اربعہ نے اس کے بارے میں کہا، کیا خیر القرون کی نسل محبت رسول سے بے بہرہ تھی؟ کیا قرون مشہود لھا بالخیر کے مسلمانوں کے دلوں میں اللہ تبارک وتعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی محبّت نہ تھی؟ کیا ان میں اتباع سنّت کا جذبہ نہیں تھا؟ یہ مبارک ادوار تو محبّت رسول و اتباع سنّت، ایمانی حرارت اور قوت ایمانی کے بے نظیر قرون ہیں۔ اگر صحابہ کرامؓ کے دور میں عید میلاد النبی منائی جاتی، اور آج کی طرح جلسے جلوس ہوتے، دعوتیں ہوتیں، میلاد پڑھی جاتی تو یہ تاریخ کوئی کیسے بھول سکتا تھا اور آپ ﷺ کی تاریخ پیدائش میں کیسے اختلاف پڑ سکتا تھا؟ لہٰذا ثابت ہو گیا کہ یہ سارے ہنگامے جو آج ہوتے ہیں، خیر القرون میں نہ تھے، اور تاریخ اسلام کی مکمل چھ صدیاں

ایسی گزری ہیں کہ جن میں ان محافل کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔ یہ ساری خرافات بعد کی پیداوار ہیں، اور اصل تاریخ کا بھول جانا اس کی واضح دلیل ہے اس سے بڑھ کر کوئی اور دلیل نہیں ہو سکتی۔ یا تو صحابہ کرامؓ نے جان بوجھ کر ولادت اور وفات کی تاریخ کا ذکر نہیں فرمایا، یا یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی بھلوادیا اور اس میں بڑی حکمت یہ ہو کہ ولادت کی تاریخ پر بدعات اور خرافات کا سلسلہ شروع ہو جاتا، اور وفات پر رونے کا اور یہ دونوں چیزیں شریعت کے خلاف ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ نے دونوں تاریخیں بھلوا کر بدعات کی جڑ ہی کاٹ دی۔ اس کی دوسری مثال ہمارے سامنے بیعت رضوان کی ہے جس کے متعلق قرآن مجید نے فرمایا:

لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبا یعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم فانزل السکینۃ علیھم و اثابھم فتحا قریبا۔(۴۸:۱۸)

بالتحقیق اللہ ان مسلمانوں سے خوش ہوا جبکہ یہ لوگ آپ ﷺ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے اور جان لیا وہ جو کچھ ان کے دلوں میں تھا اور اس

وقت اللہ تعالیٰ نے ان کے قلب میں اطمینان پیدا کر دیا۔ اور ان کو ایک لگتے ہاتھ فتح بھی دے دی۔

ظاہر ہے یہ بیعت جس درخت کے نیچے ہوئی تھی وہ بڑا مبارک درخت تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے دوسرے سال ہی یہ درخت صحابہ کرامؓ کے ذہنوں سے نکلوا دیا انہیں بھول گیا۔ صحابہ کرامؓ فرماتے ہیں دوسرے سال ہم نے اس کو بہت تلاش کیا مگر اس کا کوئی پتہ نہ چلا، اللہ رب العزّت نے ذہنوں سے بالکل بھلوا دیا تا کہ آنے والے لوگ اس درخت کی پوجا پاٹ میں نہ پڑ جائیں۔ بعض لوگوں نے جب ایک درخت کے بارے میں مشہور کر دیا کہ یہ وہ درخت ہے تو فاروق اعظمؓ نے فوراً اس درخت کو کٹوا دیا، اور صحابہ کرام سے فرمایا کہ آج تم تو اس درخت کے نیچے برکت کے لئے نماز پڑھتے ہو لیکن بعد میں آنے والے اس کی پوجا پاٹ میں ہی کہیں نہ لگ جائیں۔

آپ ﷺ کی تاریخ پیدائیش میں اختلاف ہے :

لیکن یوم ولادت میں کوئی اختلاف نہیں کہ وہ سوموار کا دن ہے، اور سوموار کے دن ۱۲/ ربیع الاوّل کسی صورت نہیں بنتی بلکہ اس کے قریب قریب بھی نہیں بنتی، صحیح حساب اگر بنتا ہے تو پہلی تاریخ کا، یا دوسری کا، یا آٹھویں یا نویں کا اس لئے کہ ربیع الاوّل کا مہینہ اور پیر کا دن یہ دو باتیں تو مسلّم ہیں، اور ان دونوں کا اجتماع ۱۲: ربیع الاوّل کو کسی صورت ممکن نہیں، البتہ مذکورہ تاریخوں میں سے کوئی سی تاریخ لے لی جائے تو حساب بن جاتا ہے، پھر علامہ مغلطائیؒ نے ۲ ربیع الاوّل کو قرار دیا ہے، مگر حضرت ابن عباسؓ و جبیر بن مطعمؓ سے ۸: ربیع الاوّل ماثور ہے، اور اکثر محدثین و مؤرخین کا یہی مختار ہے۔

خود بریلوی مکتبہ فکر کے موجد مولانا احمد رضا خان بریلوی بھی ۱۲ ربیع الاوّل کے قائل نہیں، بلکہ تحقیق احمد رضا بریلوی ص: ۱۲۔۱۳ فتاوٰی رضویہ ج ۲۶ ص: ۴۱۲۔۴۱۵) میں لکھتے ہیں کہ مختلف اقوال ہیں اور زیادہ تر قول ۸۔۹ ربیع الاوّل کا ہے، البتہ وفات کی تاریخ پر سب جمہور متّفق ہیں کہ ۱۲: ربیع الاوّل ہی میں ہوئی۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے غالباً اس حکمت سے کہ آقائے نامدار سرور کائینات رحمت دو عالم حضرت محمدِ مصطفےٰ ﷺ کے یوم پیدائیش کو کہ کہیں

کوئی شرعی تقدس نہ دے سوموار کو ہی پہلی وحی فرمائی۔ آپؐ غار حرا میں تھے جب پہلی وحی آئی۔ اور وہ سوموار کا دن تھا۔ اب اس دن کو ایک یاد نے نہیں دو یادوں نے گھیر لیا۔ بایں اس دن کو کوئی شرعی حیثیت نہیں دی گئی۔ شرعی حیثیت دنوں میں سے صرف جمعہ کو حاصل ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا مگر کبھی صحابہؓ کو اس کی تعلیم نہ دی نہ کبھی اجتماعی طور پر اسے منانے کا حکم دیا۔ صحابہؓ نے آپ سے سُن کر اسے اپنے ہاں رائج نہ کیا نہ کسی امام اور مجتہد نے اس دن کے روزے کو اجتماعی صورت دی ہے۔

حضرت ابو قتادہ الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے سوموار کے دن روزہ روزہ رکھنے کا پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا:۔

ذاک یوم ولدت فیہ ویوم بعثت او انزل علی فیہ۔[5]

ترجمہ۔ اس دن میں پیدا ہوا تھا اور اسی دن میری بعثت ہوئی یا فرمایا سوموار کے دن ہی مجھ پر (پہلی) وحی اُتری۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات بھی پوچھنے پر ارشاد فرمائی۔ صحابہؓ کو اس یوم ولادت پہ نہ کسی عمل کا حکم دیا نہ روزے کا۔ اللہ رب العزت نے اسی دن آپ پہ وحی کا آغاز فرمایا۔ اب کیا یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص اس ولادت کی خوشی میں سوموار کا روزہ رکھ سکے۔ جب وہ ایسا کرے گا آپ کی بعثت کا تصور خواہ مخواہ اس پر محیط ہوگا اور دونوں کے ملنے سے بات یہاں پر آئے گی کہ مسلمانوں کے لیے آپ کی ولادت کی خوشی بھی رسالت کے باعث ہے۔ نہ وہ خوشی جو آپ کی پیدائش پہ ابولہب نے کی تھی۔

یہ بات تو واضح ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی اجتماعی خوشی منانا عہد صحابہؓ اور اگلے دونوں قرنوں میں نہ تھا۔ لیکن یہ بات معلوم ہونی چاہیئے کہ اس کا آغاز کب ہوا۔

آپ ﷺ کی ولادت کی اجتماعی خوشی منانا اور محفل میلاد کی ایجاد

سب سے پہلے مصر کے رافضی فاطمیوں نے اس بدعت کو نصاریٰ کے دیکھا دیکھی ایجاد کیا، کہ نصاریٰ حضرت عیسیٰؑ کا "برتھ ڈے" یوم ولادت (سالگرہ) مناتے ہیں اور اس میں تمام کام کاج معطل کر کے چھٹی منائی جاتی

ہے، اسی کی نقل کرتے ہوئے پہلے ان فاطمی شیعوں نے یوم ولادتِ رسول ﷺ منایا، پھر حضرت علیؓ، حسنؓ اور حسینؓ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنھم کے یوم پیدائیش منائے۔ یہ وہ پہلا موقعہ تھا جب یہ بدعت اسلام میں داخل ہوئی پھر موصل کے بادشاہ سلطان ابو سعید کو کبری بن زین الدین علی بن بکتکین بن محمد جو ملک المعظم مظفر الدین ،

جو صاحب اربل کے نام سے مشہور تھے نے اس کو باقاعدہ ایجاد کیا۔

چنانچہ امام سیوطیؒ فرماتے ہیں:

واول من احدث فعل ذالک الاحتفال بالمولد النبوی: ابو سعید کو کبری بن زین الدین علی بن بکتکین بن محمد احد الملوک الامجاد۔

هكذا ورد اسمه في كتاب «الحاوي» وصحة الاسم هو: أبو سعيد كوكبوري بن أبي الحسن علي بن بكتكين بن محمد، الملقب الملك المعظم مظفر الدين صاحب إربل، ولد سنة ٥٤٩هـ، تولى الملك بعد أبيه سنة ٥٦٣هـ وكان عمره ١٤ سنة، ثم اعتقل وأُخرج، فاتصل بخدمة صلاح الدين

الأيوبي، وحظي عنده، وزوّجه أخته ربيعة خاتون بنت أيوب، وشهد مع صلاح الدين مواقف كثيرة أبَان فيها عن شجاعته، خاصة في حطين، ولاّه صلاح الدين إربل بعد موت أخيه زين الدين سنة ٥٨٠هـ، وكان شهماً شجاعاً فاتكا عاقلاً عالماً عادلاً ـ رحمه الله ـ، ومما اشتهر به: عمله للمولد النبوي واحتفاله الهائل به، وقد صنَّفَ له أبو الخطاب بن دِحية مجلداً في المولد النبوي سمَّاه: التنوير في مولد البشير النذير، فأجازه على ذلك بألف دينار. وقد عمر الجامع=

اسی طرح شیخ حمود تویجریؒ فرماتے ہیں:

وقال الشيخ حمود التويجري[١]: (إن الاحتفال بالمولد بدعة في الإسلام أحدثها سلطان إربل في آخر القرن السادس من الهجرة، أو في أول القرن السابع). ا. هـ[٢].

فإذا عرفنا ذلك، فلا شكَّ أن العبيديين هم أول من احتفل بالمولد النبوي، حسب ما ورد في كتب التاريخ والسير؛ لأنَّ العبيديين دخلوا مصر وأسسوا ملكهم في النصف الثاني من القرن الرابع الهجري، واستمرت دولتهم القرن الخامس، ونصف القرن السادس الهجري.

فقد دخل المعز معد بن إسماعيل[٣] القاهرة في سنة ٣٦٢هـ[٤] في رمضان، وكان

ذلك بداية حكمهم في مصر[١]. وقيل: في سنة ٣٦٣هـ[٢].

وكان آخر خليفة فيهم هو العاضد[٣]، توفي سنة ٥٦٧هـ[٤].

وأما مظفر الدين[٥] صاحب إربل، فولادته كانت في سنة ٥٤٩هـ. وتوفي سنة ٦٣٠هـ[٦].

فهذا دليلٌ قاطعٌ على أن العبيديين سبقوا صاحب إربل ـ الملك المظفر ـ بالاحتفال بالمولد النبوي.

فصاحب إربل ليس أول من احتفل بالمولد النبوي، وإنَّما سبقه إلى ذلك العبيديون بحوالي قرنين من الزمان، وهذا لا يمنع أن يكون صاحب إربل هو أول من احتفل بالمولد النبوي في الموصل؛ لأنَّ احتفالات العبيديين كانت في دولتهم ـ وهي في مصر كما ذُكِرَ في كتب التاريخ ـ، والله أعلم.



البدع الحولية ص۱۵۱)

اور صاحب اربل کی اس ایجاد میں تین چیزیں بطور خاص ملحوظ تھیں۔

(۱) بارہ ربیع الاول کی تاریخ کا تعین۔

(۲) علماء و صلحاء کا اجتماع۔

(۳) اور ختم محفل پر طعام کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پر فتوح کو ایصالِ ثواب۔ ان دونوں صاحبوں کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ کس قماش کے آدمی تھے؟ بعض مؤرخین نے ان کو فاسق و کذاب لکھا ہے۔ اور بعض نے

عادل و ثقہ۔

یہ بادشاہ میلاد کی محفلوں میں بے دریغ پیسہ خرچ کرتا اور آلات لہو و لعب کے ساتھ راگ رنگ کی محفلیں منعقد کرتا تھا: مولانا رشید احمد گنگوہیؒ لکھتے ہیں:

وقد صرح اهل التّاریخ بانّہ یجمع اصحاب المالهی والمزامیر فی هذا العمل ویسمع الغناء واصوات اللّهو ویرقص بنفسہ ومن حولہ کذالک فلا شکّ فی فسقہ و ضلالتہ فکیف یستند بعض مثلہ ویعتمد علی قولہ۔

(فتاوی رشیدیہ ص ۱۳۲)

اہل تاریخ نے صراحت کی ہے کہ یہ بادشاہ بھانڈوں اور گانے والوں کو جمع کرتا، اور گانے کے آلات سے گانا سنتا اور خود ناچتا اور اس کے اردو گرد والے لوگ بھی ناچتے۔ ایسے شخص کے فسق اور گمراہی میں کوئی شک نہیں ہے اس جیسے کے فعل کو کیسے روا اور اس کے قول پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

مختصر کیفیّت اس کے فسق کی اور ایجاد بدعت کی یہ ہے کہ یہ مجلس مولود کے اہتمام میں بیس قبے لکڑی کے بڑے عالیشان بنواتا اور ہر قبہ میں پانچ پانچ طبقے ہوتے، ابتداء صفر سے اس کو مزین کیا جاتا، ہر طبقہ میں ایک ایک جماعت راگ گانے والوں، اور باجے کھیل تماشہ ناچ کود کرنے والوں کی بٹھائی جاتی، اور بادشاہ مظفر الدین خود مع اراکین و ہزارہا مخلوقِ قرب و جوار کے ہر روز ان قبوں اور طبقوں میں جا کر ناچ رنگ وغیرہ سن کر خوش ہوتا۔ قبل دو روز یوم مولد کے اونٹ، گائیں، بکریاں بے شمار طبلوں اور آلات لہو ولعب کے ساتھ نکال کر باہر میدان میں ان کو ذبح کروا کر مختلف قسم کے کھانے تیار کروا کر اہل مجلس کو کھلاتا۔ چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے:

فاذا کان اوّل صفر زیّنوا تلک القباب بانواع الزینۃ الفاخرۃ المتجمّلۃ وقعد فی کل قبۃ جوق من المغانی و جوق من ارباب الخیال ومن اصحاب الملاھی۔

وایضا فیہ : فکان مظفر الدّین ینزل کل یوم بعد صلوٰۃ العصر و یقف علیٰ قبۃ ، قبۃ الیٰ آخرھا ویسمع غناءھم و یتفرخ علیٰ خیالاتھم۔

ایضا فیہ: فاذا کان قبل المولد بیومین اخرج من الابل والبقر ،والغنم شیئا کثیرا زائدا عن الوصف وزفھا بجمیع ما عندہ من البطول والمغانی والملاھی حتی یا تیھا الیٰ المیدان ثم یشرعون فی نحرھا و ینصون القدور و یطبخون الالوان المختلفۃ ، فاذا کان لیلۃ المولد عمل السماعات بعد ان یّصلی المغرب فی القلعۃ۔(تاریخ ابن خلکان ص ۴۳۷)

خود بریلوی علماء کی تصدیق: ہے کہ اس بدعت کو سب سے پہلے شاہ اربل نے ایجاد کیا تھا۔ چنانچہ بریلویوں کے مفتی احمد یار خان صاحب اپنی کتاب(جاء الحق ص: 237 :ج۱) میں ایک عربی عبارت کا ترجمہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: جس بادشاہ نے پہلے اس کو ایجاد کیا وہ شاہ اربل ہے، اور عمر ابن دحیہ نے

اس کے لئے میلاد شریف کی ایک کتاب لکھی جس پر بادشاہ نے اس کو ہزار اشرفیاں نذر کیں۔

بریلویوں کے ایک اور عالم جناب قاضی فضل احمد صاحب اپنی کتاب (انوارِ آفتاب صداقت ص ۳۹۳) پر لکھتے ہیں:

یہ امر بھی مسلمہ ہے کہ اس ہئیت کذائیہ (یعنی مخصوص شکل) سے یہ عمل خیر و برکت و نعمت و رحمت ۶۰۴ھ سے بحکم بادشاہ اولی الامر ۔۔۔ جاری ہے۔ اس کتاب کی مولانا احمد رضا خان صاحب سمیت ۱۴۱ بڑے علماء نے تصدیق کی ہے۔ ان دونوں عبارتوں سے یہ ثابت ہو گیا کہ بریلوی علماء کو بھی اس کا اقرار ہے کہ اس مخصوص شکل کے ساتھ میلاد کی ابتداء پیارے پیغمبر ﷺ کی رحلت کے چھ سو سال بعد ساتویں صدی میں ہوئی ہے اور شاہ اربل اس کا موجد ہے۔

شاہ اربل کی پشت پناہی کرنے والا اور مولود کی کتاب کا پہلا مصنّف:

ملک اربل کا اصل مقصد علماء کرام کو ائمہ مجتہدین کی پیروی سے ہٹانا اور خود نئے نئے اجتہادات کا خوگر کرنا تھا جب وہ قرآن وحدیث سے آزادانہ اجتہاد اور استنباط کریں گے تو پھر کون سی بات ہے جو ثابت نہ ہوسکے اور کون سی بات ہے جو رد نہ ہو سکے ـــــ اصول فقہ کی جب پیروی نہیں تو اب جو مسئلہ چاہو قرآن وحدیث کے نام سے چلا دو۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی پوری سیاسی گاڑی اسی راہ سے نہیں چلائی ـــــ یاد رکھئے اگر کوئی چیز اس بے دین راہ روی سے روک سکتی ہے تو وہ ائمہ سلف کی پیروی ہے اور ملک اربل اس کا مخالف تھا۔

ملک اربل کے پس پردہ جو غیر مقلد عالم اس فتنے کو ہوا دے رہا تھا وہ عمر بن دحیہ ابوالخطاب (۶۳۳ھ) تھا۔ اس کا مسلک حافظ ابن حجر (۸۵۲ھ) کی زبان سے سنیئے :۔

كثير الوقيعة في الائمة وفي السلف من العلماء خبيث اللسان احمق

شديد الكبر قليل النظر في امور الدين متهاونا۔[1]

ترجمہ۔ وہ ائمہ دین اور علماء سلف کی شان میں بہت گستاخیاں کیا کرتا تھا بڑا بدگو تھا بڑا احمق تھا اپنے آپ کو بڑا عالم سمجھتا تھا غور و فکر (فقہ) میں بہت کم تھا دین کے کاموں میں بہت سست تھا۔

[1] لسان المیزان جلد ۴ صفحہ ۲۹۶

اس نے مولود کی جو کتاب لکھی تھی حسب تحریر ابن خلکانؒ اس کا نام "التنویر فی مولد السراج المنیر" ہے بعض نے "التنویر فی مولد البشیر والنذیر" بھی لکھا ہے۔ اس کو جب معلوم ہوا کہ سلطان کو مجلس میلاد سے عشق ہے تو اس نے سلطان تک رسائی پیدا کی، کتاب لکھ کر باشاہ کی خدمت میں پیش کی، اور خود پڑھ کر سنائی۔ سلطان اربل نے خوش ہو کر ایک ہزار دینار یا اشرفی اس کو انعام میں دی۔

اس غیر مقلد کے ساتھ اور بھی کئی مولوی لگ گئے۔ بادشاہ اس محفل میلاد پر ہر سال تین لاکھ روپیہ خرچ کرتا اور ان مجالس کو دنیوی اعتبار سے ہر طرح کی رونق سے آراستہ و پیراستہ کیا جاتا۔ دنیا پرست مولوی اس سے پورا فائدہ اٹھاتے تھے یہ وہ راہ ہے جس سے اس امت میں بدعات داخل ہوئیں اور یہی وہ تحریک ہے جس نے بریلویت کی شکل اختیار کر رکھی ہے۔

محفل میلاد پر علماء کا ردعمل

ـــــــ جب یہ نئی رسم نکلی تو علمائے امت کے درمیان اس کے جواز و عدم جواز کی بحث چلی، علامہ فاکہانیؒ اور ان کے رفقاء نے ان خودساختہ قیود کی بنا پر اس میں شرکت سے عذر کیا اور اسے "بدعت سیہ" قرار دیا۔ اور دیگر ـــــــ علماء نے سلطان کی ہم نوائی کی۔ اور ان قیود کو مباح سمجھ کر اس کے جواز و استحسان کا فتویٰ دیا جب ایک بار یہ رسم چل نکلی تو نہ صرف "علماو صلحاء کے اجتماع" تک محدود نہ رہی بلکہ عوام کے دائرے میں آکر ان کی نئی نئی اختراعات کا تختہ مشق بنتی چلی گئی۔

ملک اربل نے غیر مقلد علماء کی اکساہٹ پر جو محفل میلاد ترتیب دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم پیدائش کو اجتماعی طور پر منانے کی طرح ڈالی۔ علامہ نصیرالدین شافعی، علامہ ابن امیر الحاج مالکی، حافظ ابن تیمیہ حنبلی (۷۲۸ھ) اور حضرت مجدد الف ثانی حنفی (۱۰۳۵ھ) نے اپنے اپنے وقت میں اس کی پرزور تردید کی اور بدعت کے سیلاب کے آگے ہر طرف سے روک کے پل باندھے۔ علامہ ابن امیر الحاج مالکی لکھتے ہیں۔

ومن جملة ما احدثوہ من البدع مع اعتقادھم ان ذٰلک من اکبر العبادات واظھار الشعائر ما یفعلونه فی الشھر الربیع الاوّل من المولد وقد احتوی

ذلك على بدع ومحرمات ..... لان ذلك زيادة فى الدين وليس من عمل السلف الماضين۔[1]

[1] مدخل جلد ۱ ص ۸۵

ترجمہ۔ ان بدعات میں سے جو لوگوں نے اس اعتقاد سے قائم کر رکھی ہیں کہ یہ بڑی عبادات ہیں اور شعائر اسلام کا اظہار ہیں وہ عمل بھی ہے جو یہ ربیع الاول میں آپ کی پیدائش پر کرتے ہیں اور اب یہ کام بہت سی بدعات اور ممنوعات پر مشتمل ہو گیا ہے..... یہ سب دین میں زیادتی ہے اور اس پر سلف صالحین کا عمل ثابت نہیں۔

کسی عمل کا ناجائز ہونا درکنار اگر ادنیٰ گمان بھی پیدا ہو کہ یہ کام بدعت ہے یا سنت۔ تو علماء احناف نے اس کے چھوڑنے کا ہی حکم دیا ہے۔

علامہ ابن نجیم (۹۶۹ھ) لکھتے ہیں:۔

ویلزم ان ما تردد بین بدعة وواجب اصطلاحی فانه یترك کالسنة۔[2]

ترجمہ۔ اور جو چیز بدعت ہونے اور سنت ہونے میں زیر بحث ہو اُسے چھوڑ دیا جائے۔

اور علامہ شامیؒ (۱۲۵۳ھ) لکھتے ہیں:

اذا تردد الحکم بین سنة وبدعة کان ترك السنة راجحاً علیٰ فعل البدعة

ترجمہ: جب کوئی مسئلہ سنت اور بدعت میں اٹکا ہو تو اس سنت کو چھوڑنا بدعت کا خطرہ لینے سے بہتر ہے۔

علامہ شامی کا یہ فیصلہ آپ کے سامنے ہے احناف ہمیشہ اسی اصول پر چلے ہیں۔ اور اہل بدعت نے ہمیشہ یہ کہہ کر بدعات کے لیے راہ ہموار کی کہ اس میں حرج کیا ہے۔ ہم اسے کوئی دین کا حکم نہیں سمجھتے۔

وقال الشاطبيؒ

ومنها: التزام الكيفيات والهيئات المعينة، كالذكر بهيئة الاجتماع على صوت واحد، واتخاذ يوم ولادة النبي ﷺ عيداً، وما أشبه ذلك... إلخ)

اور امام شاطبیؒ الاعتصام میں بدعت کی تعریف کے بعد فرماتے ہیں کہ: ان ہی میں سے ایک خاص کیفیت اور ہیئت کا متعین کرنا ہے جیسے اجتماعی طور پر بیک آواز ذکر کرنا، اور یوم ولادت نبی ﷺ کو یوم عید بنانا وغیرہ۔

●● قال شيخ الإسلام ابن تيمية

●● قال شيخ الإسلام ابن تيمية[1]: (وأما اتخاذ موسم غير المواسم الشرعية كبعض ليالي شهر ربيع الأول، التي يُقال إنها ليلة المولد، أو بعض ليالي رجب، أو

سائر الأعياد والمواسم المبتدعة، فإنَّها من المنكرات المكروهات سواء بلغت الكراهة التحريم، أو لم تبلغه؛ وذلك أن أعياد أهل الكتاب والأعاجم نهي عنها؛ لسببين:

أحدهما: أن فيها مشابهة الكفار.

والثاني: أنها من البدع. فما أحدث من المواسم والأعياد هو منكر، وإن لم يكن فيها مشابهة لأهل الكتاب؛ لوجهين:

أحدهما: أن ذلك داخل في مسمىٰ البدع والمحدثات، فيدخل فيما رواه مسلم[3]

في صحيحه عن جابر[1] ـ رضي الله عنهما ـ قال: كان رسول الله ﷺ إذ خطب احمرَّت عيناه، وعلا صوته، واشتدَّ غضبه، حتىٰ كأنه منذر جيش يقول صبحكم ومساكم، ويقول: «**بُعثت أنا والساعة كهاتين** ـ ويقرن بين أصبعيه: السبابة والوسطىٰ ـ ويقول: «**أما بعد، فإن خير الحديث كتاب الله وخير الهدي هدي محمد، وشر الأمور محدثاتها، وكل بدعة ضلالة**»[2]. وفي رواية للنسائي[3]: «**وكل ضلالة في النار**»[4].

وفيما رواه مسلم (٥) - أيضاً - في الصحيح عن عائشة (٦) - رضي الله عنها - عن النبي ﷺ أنه قال: «من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ» (٧). وفي لفظ في الصحيحين: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ» (٨).

وفي الحديث الصحيح الذي رواه أهل السنن عن العرباض بن سارية (٩) عن النبي ﷺ أنه قال: «إنّهُ من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً، فعليكم بسنتي، وسنة الخلفاء الراشدين من بعدي تمسكوا بها، وعضُّوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل بدعة ضلالة» (١٠).

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ پیارے پیغمبر ﷺ جب خطبہ دیتے تھے تو آنکھیں سرخ ہو جاتی تھیں، آواز بلند ہو جاتی تھی اور غصہ بڑھ جاتا تھا، گویا کہ آپ ﷺ کسی حملہ آور لشکر سے ڈرا رہے ہوں جو صبح یا شام کسی بھی وقت حملہ آور ہو جائے، اور فرماتے تھے کہ میری بعثت اور قیامت اس طرح ساتھ ساتھ ہیں جیسے یہ دو انگلیاں اور شہادت اور درمیان والی انگلی ملا کر دکھاتے تھے

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے ہمارے اس امر (دین) میں کوئی ایسی نئی بات جاری کی جو

ہمارے دین میں نہ ہو تو اس کی وہ بات رد ہے (یعنی مردود ہے اور قابل قبول نہیں ہے) جو کوئی ایسا کام کرے گا جس پر ہمارا مذہب نہیں وہ رد ہے۔

•• وقال ابن الحاج

في «المدخل»: (فصل في المولد: ومن جملة ما أحدثوه

من البدع، مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات، وأظهر الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوىٰ علىٰ بدع ومحرمات جملة.

فمن ذلك: استعمالهم المغاني، ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر(٤) والشبابة(٥) وغير ذلك، مما جعلوه آلة السماع...، فانظر ـ رحمنا الله وإياك ـ إلىٰ

مخالفة السنة المطهَّرة ما أشنعها وأقبحها، وكيف تجر إلىٰ المحرمات، ألا ترىٰ أنهم لما خالفوا السنَّة المطهَّرَة، وفعلوا المولد، لم يقتصروا علىٰ فعله، بل زادوا عليه ما تقدم ذكره من الأباطيل المتعددة، فالسعيد السعيد من شدَّ يده علىٰ امتثال الكتاب والسنَّة

والطريق الموصلة إلىٰ ذلك، وهي اتباع السلف الماضين ـ رضوان الله عليهم أجمعين ـ؛ لأنَّهم أعلم بالسنَّة منَّا، إذ هم أعرف بالمقال، وأفقه بالحال...) ا.هـ(١).

ابن الحاجؒ فرماتے ہیں کہ ربیع الاوّل کے مھینے میں جتنی بھی بدعات نکالی گئی ہیں اور جن کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ یہ بڑی عبادات میں سے ہیں جیسے عید میلاد منانا، یہ سب کی سب بدعات اور محرمات ہیں۔ اور پھر ان مواقع پر ہونے والے منکرات کا ذکر کیا ہے۔

●● وقال الشيخ تاج الدين عمر بن علي اللخمي المشهور بالفاكهاني(٢) ـ بعد

حمد الله والثناء عليه بما هو أهل له، والصلاة والسلام علىٰ نبينا محمد عبد الله ورسوله وآله وصحبه أجمعين: (أما بعد، فإنه تكرر سؤال جماعة من المباركين عن الاجتماع الذي يعمله بعض الناس في شهر ربيع الأول ويسمونه المولد، هل له أصل في الشرع؟ أو هو بدعة وحدث في الدين؟ وقصدوا الجواب عن ذلك مبيناً، والإيضاح عنه معيناً، فقلت وبالله التوفيق:

لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنّة، ولا ينقل(٣) عمله عن أحدٍ من علماء الأمة، الذين هم القدوة في الدين، المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة أحدثها البطالون(٤)، وشهوة نفس اعتنىٰ بها الأكّالُون، بدليل أنّا إذا أدرنا عليه الأحكام

شیخ تاج الدین عمر بن علیؒ بھی ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس مروّجہ میلاد کی کتاب وسنّت میں کوئی اصل نہیں اور نہ ہی علمائے امّت جو متقدّمین کے نقش قدم پر چلنے والے تھے اور دین میں ان کا ایک اہم مقام ہے ان میں سے کسی سے یہ عمل منقول ہے بلکہ یہ اہل باطل اور پیٹ کے پجاریوں کی ایجاد کی ہوئی بدعت ہے۔

الخمسة قلنا: إما أن يكون واجباً، أو مندوباً، أو مباحاً، أو مكروهاً، أو محرماً، وليس بواجب إجماعاً، ولا مندوباً؛ لأنَّ حقيقة المندوب ما طلبه الشرع من غير ذم على تركه، وهذا لم يأذن فيه الشرع، ولا فعله الصحابة ولا التابعون ولا العلماء المتدينون فيما علمت، وهذا جوابي عنه بين يدي الله تعالى إن عنه سئلت، ولا جائز أن يكون مباحاً؛ لأنَّ الابتداع في الدين ليس مباحاً بإجماع المسلمين، فلم يبق إلا أن يكون مكروهاً أو

●● وقال محمد عبد السلام خضر الشقيري(١) في كتابه «السنن والمبتدعات»:

(في شهر ربيع الأول وبدعة المولد فيه: لا يختص هذا الشهر بصلاة ولا ذكر ولا عبادة ولا نفقة ولا صدقة، ولا هو موسم من مواسم الإسلام كالجمع والأعياد التي رسمها لنا

الشارع ـ صلوات الله وتسليماته عليه، وعلىٰ سائر إخوانه من الأنبياء والمرسلين ـ ، ففي هذا الشهر وُلِدَ ﷺ ، وفيه تُوفي، فلماذا يفرحون بميلاده ولا يحزنون لوفاته؟!. فاتخاذ مولده موسماً، والاحتفال به بدعة منكرة، وضلالة لم يرد بها شرع ولا عقل، ولو كان في هذا خير فكيف يغفل عنه أبو بكر(٢) وعمر(٣) وعثمان(٤) وعلي(٥) ـ رضوان الله عليهم ـ ، وسائر الصحابة والتابعين وتابعيهم، والأئمة وأتباعهم؟ لا شك أن ما أحدثه المتصوفون الأكّالون البطّالون أصحاب البدع ، وتبع الناس بعضهم بعضاً فيه إلا من عصمه الله، ووفقه لفهم حقائق الإسلام، ثم أي فائدة تعود، وأي ثواب في

محمد عبد السلام حضر شقیریؒ اپنی کتاب سنن والمبتدعات میں ماہ ربیع الاوّل اور بدعت مولود کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کہ یہ مھینہ نہ تو کسی خاص نماز کے لئے مخصوص ہے اور نہ ذکر، عبادت صدقہ خیرات کے لئے اور نہ ہی کسی خاص عبادت عید وغیرہ کا سیزن ہے جو اسلام میں شارع علیہ السلام نے ہمارے لئے مقرر کی ہیں۔ اسی مہینہ میں آپ ﷺ کی پیدائیش ہوئی اور اسی میں وفات، تو پھر میلاد پر خوشی کیوں منائی جاتی ہے اور وفات پر غم کیوں نہیں؟ اس لئے آپ ﷺ کی ولادت کو عید اور جشن بنانا بدعت اور گمراہی ہے جس کی نہ تو شرع اجازت دیتی ہے اور نہ ہی عقل،

اگر اس میں کوئی خیر و بھلائی ہوتی تو سیدنا حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور تمام صحابہ کرامؓ، تابعین اور تبع تابعینؒ اور ائمہ دین اور انکے پیروکار اس سے کس طرح غفلت برت سکتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اس کا دین سے کوئی تعلق نہیں بلکہ یہ اہل بدعت اہل باطل پیٹ کے پجاری چند صوفیوں کی ایجاد ہے جس کے پیچھے ایک دوسرے کے دیکھا دیکھی کچھ لوگ لگ گئے اور جن کو اللہ نے دین اسلام کی سمجھ بوجھ عطا فرمائی ہے وہ اس سے بچ گئے اور اللہ نے ان کو اس بدعت سے محفوظ رکھا۔

هذه الأمور الباهظة، التي تعلق بها هذه التعاليق، وتنصب بها هذه السرادقات، وتضرب بها الصواريخ؟ وأي رضا لله في اجتماع الرقاصين والرقاصات والطبالين والزمَّارين، واللصوص والنشالين، والحاوي والقرادتي (٦)، وأي خير في اجتماع ذوي العمائم الحمراء والخضراء والصفراء والسوداء، أهل الإلحاد في أسماء الله، والشخير والنخير والصفير بالغابة، والدقّ بالبازات والكاسات، والشهيق والنعيق [بأح أح يا ابن المرة، أم أم، أن أن، سابينها يا رسول الله، يا صاحب الفرح المدا آد يا عم يا عم اللّع اللّع] (٧) كالقرود، ما فائدة هذا كله؟! فائدته سخرية الإفرنج بنا وبديننا،

●● وقال الشيخ محمد بن إبراهيم آل الشيخ (٢) في جواب علىٰ سؤال عن حكم الاحتفال بمولد النبي ﷺ، وهل فعله أحد من أصحابه أو التابعين وغيرهم من السلف الصالح:

(لا شك أن الاحتفال بمولد النبي ﷺ من البدع المحدثة في الدين، بعد أن انتشر الجهل في العالم الإسلامي، وصار للتضليل والإضلال، والوهم والإيهام مجال عميت فيه البصائر، وقوي فيه سلطان التقليد الأعمىٰ، وأصبح الناس في الغالب لا يرجعون إلىٰ ما قام الدليل علىٰ مشروعيته، وإنَّما يرجعون إلىٰ ما قاله فلان وارتضاه علان، فلم يكن لهذه البدعة المنكرة أثر يذكر لدىٰ أصحاب رسول الله ﷺ، ولا لدىٰ التابعين وتابعيهم، وقد قال ﷺ: **«عليكم بسنّتي وسنّة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، تمسكوا بها، وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة»** (٣). وقال ـ عليه السلام ـ أيضاً ـ: **«من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردّ»** (٤). وفي رواية: **«من عمل عملاً ليس عليه أمرنا فهو ردّ»** (٥).

شیخ محمد بن ابراہیم آل شیخ نے بھی تقریباً انہی الفاظ سے اس بدعت کو رد کیا ہے جس طرح دیگر حضرات نے اس کو رد کیا ہے۔

** وقال شيخ الاسلام ابو العباس:

وقال شيخ الإسلام أبوالعباس أيضاً في جواب له في صفحة (٢٩٨) من المجلد الخامس والعشرين من [مجموع الفتاوى]: وأما اتخاذ موسم غير المواسم الشرعية كبعض ليالي شهر ربيع الأول التي يقال: إنها ليلة المولد، أو بعض ليالي رجب، أو ثامن عشر ذي الحجة، أو أول جمعة من رجب، أو ثامن شوال الذي يسميه الجهال: عيد الأبرار ـ فإنها من البدع التي لم يستحبها السلف ولم يفعلوها، انتهى.

ومن المنكرين لبدعة المولد من أكابر العلمـــاء المحققيـــن إبراهيم بن موسى بن محمد اللخمي الشاطبي رحمه الله تعالى، فقد ذكر بعض أنواع البدع في أول كتابه [الاعتصام]، وعد منها اتخاذ يوم ولادة النبي ﷺ عيداً، وكلامه في ذم المولد في صفحة (٣٤) من

الجزء الأول المطبوع في مطبعة المنار بمصر سنة (١٣٣١هـ).

ومنهم أبوعبدالله ابن الحاج في كتابه [المدخل] فقد قال فيه:

(فصل في المولد) ومن جملة ما أحدثوه من البدع مع اعتقادهم أن ذلك من أكبر العبادات وإظهار الشعائر ما يفعلونه في شهر ربيع الأول من المولد، وقد احتوى على بدع ومحرمات جمة، فمن ذلك استعمالهم الأغاني ومعهم آلات الطرب من الطار المصرصر والشبابة وغير ذلك مما جعلوه آلة للسماع، ومَضَوا في ذلك على العوائد

الذميمة في كونهم يشتغلون في أكثر الأزمنة التي فضلها الله تعالى وعظمها ببدع ومحرمات. ولا شك أن السماع في غير هذه الليلة فيه ما فيه، فكيف به إذا انضم إلى فضيلة هذا الشهر العظيم الذي فضله الله تعالى، وفضلنا فيه بهذا النبي ﷺ الكريم على ربه عزوجل؟! وقد نقل ابن الصلاح رحمه الله تعالى: أن الإجماع منعقد على أن آلات الطرب إذا اجتمعت فهي محرمة. ومذهب مالك: أن الطار الذي فيه الصراصر محرم، وكذلك الشبابة، ويجوز الغربال لإظهار النكاح. فآلة الطرب والسماع أي نسبة بينها وبين تعظيم هذا الشهر الكريم الذي منّ الله

تعالى علينا فيه بسيد الأولين والآخرين ـ ثم أطال الكلام في ذكر المولد وصرح في عدة مواضع من كلامه أنه بدعة، وأطال الكلام أيضاً في ذكر ما يفعل فيه من أنواع المنكرات من الغناء والرقص واستعمال آلات اللهو والطرب واختلاط الرجال والنساء وغير ذلك من المنكرات التي ذكرها وبالغ في ذمها والتحذير منها. . . إلى أن قال: ألا ترى أنهم لما خالفوا السنة المطهرة، وفعلوا المولد لم يقتصروا على فعله، بل زادوا عليه ما تقدم ذكره من الأباطيل المتعددة. فالسعيد من شدّ

على امتثال الكتاب والسنة والطريق الموصلة إلى ذلك وهي اتباع السلف الماضين؛ لأنهم أعلم بالسنة منا إذ هم أعرف بالمقال وأفقه بالحال. وكذلك الاقتداء بمن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين، وليحذر من عوائد أهل الوقت وممن يفعل العوائد الرديئة. وهذه المفاسد مركبة على فعل المولد إذا عمل بالسماع فإن خلا منه وعمل طعاماً فقط ونوى به المولد ودعا إليه الإخوان وسلم من كل ما تقدم ذكره فهو بدعة بنفس نيته فقط إذ أن ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين، واتباع السلف أولى، بل أوجب من أن يزيد نية

مخالفة لما كانوا عليه؛ لأنهم أشد الناس اتباعاً لسنة رسول الله ﷺ وتعظيماً له ولسنته ﷺ، ولهم قدم السبق في المبادرة إلى ذلك. ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد، ونحن لهم تبع فيسعنا ما وسعهم... إلى أن قال: ثم انظر رحمنا الله وإياك إلى مخالفة السنة ما أشنعها، ألا ترى أنهم لما ابتدعوا فعل المولد على ما تقدم تشوفت نفوس النساء لفعل ذلك.

وممن ألَّف في إنكار بدعة المولد وذمها تاج الدين عمر بن علي اللخمي السكندري المشهور بالفاكهاني من متأخري المالكية، وقد سمى كتابه [المورد في الكلام على عمل المولد]، وقال فيه بعد الخطبة. أما بعد: فإنه تكرر سؤال جماعة من المباركين عن الاجتماع الذي يعمله بعض الناس في شهر ربيع الأول ويسمونه: المولد، هل له أصل في الشرع أو هو بدعة وحدث في الدين؟ وقصدوا الجواب عن ذلك، فقلت وبالله التوفيق: لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة ولم ينقل عن أحد من علماء الأمة، الذين هم القدوة في الدين، المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة أحدثها البطالون، وشهوة نفس اعتنى بها الأكالون، بدليل أنا إذا أدرنا عليه الأحكام الخمسة قلنا: إما أن يكون واجباً أو مندوباً أو مباحاً أو مكروهاً أو محرماً، وهو ليس بواجب إجماعاً، ولا مندوباً؛ لأن حقيقة المندوب: ما طلبه الشرع من غير ذم على تركه، وهذا لم يأذن فيه الشرع ولا فعله الصحابة ولا التابعون ولا العلماء المتدينون فيما علمت، وهذا جوابي عنه بين يدي الله تعالى إن عنه سئلت، ولا جائز أن يكون مباحاً؛ لأن الابتداع في الدين ليس مباحاً بإجماع المسلمين فلم يبق إلا أن يكون مكروهاً أو حراماً وحينئذٍ يكون الكلام فيه في فصلين، والتفرقة بين حالين.

أحدهما: أن يعمله رجل من عين ماله لأهله وأصحابه وعياله، لا يجاوزون في ذلك الاجتماع على أكل الطعام، ولا يقترفون شيئاً من الآثام، وهذا الذي وصفناه بأنه بدعة مكروهة وشناعة، إذ لم يفعله أحد من متقدمي أهل الطاعة، الذين هم فقهاء الإسلام وعلماء الأنام، سرج الأزمنة، وزين الأمكنة.

والثاني: أن تدخله الجناية وتقوى به العناية حتى يعطي أحدهم الشيء ونفسه تتبعه. . . . لاسيما إن انضاف إلى ذلك شيء من الغناء بآلات الباطل من الدفوف والشبابات واجتماع الرجال مع الشباب المرد والنساء الغانيات، إما مختلطات بهم أو مشرفات، والرقص بالتثني والانعطاف، والاستغراق في اللهو ونسيان يوم المخاف، وكذلك النساء إذا اجتمعن على انفرادهن رافعات أصواتهن بالتهنيك والتطريب

ومن كتب في إنكار بدعة المولد أبوالطيب محمد

شمس الحق العظيم آبادي وشيخه بشير الدين القنوجي. ذكر ذلك شمس الحق في تعليقه على كتاب [الأقضية والأحكام] من [سنن الدارقطني] عند الكلام على حديث عائشة رضي الله عنها: أن رسول الله ﷺ قال: «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد» قال شمس الحق: ولشيخنا العلامة بشير الدين القنوجي في ذلك الباب كتاب مستقل سماه [غاية الكلام في إبطال عمل المولد والقيام].

ومن كتب في إنكار بدعة المولد وذمها: رشيد رضا في صفحة

(١١١)، من الجزء السابع عشر من [المنار]، وهو أيضاً في صفحة (١٢٤٢، ١٢٤٣) من المجلد الرابع من فتاوى رشيد رضا. فقد سئل عن قراءة القصص المسماة بالموالد، هل هي سنة أم بدعة؟ ومن أول من فعل ذلك؟ فأجاب بقوله: (هذه الموالد بدعة بلا نزاع، وأول من ابتدع الاجتماع لقراءة قصة المولد النبوي أحد ملوك الشراكسة بمصر).

وممن كتب في إنكار بدعة المولد وذمها محمد بن عبدالسلام

خضر الشقيري في كتابه المسمى بـ [السنن والمبتدعات] قال فيه: (فصل في شهر ربيع الأول وبدعة المولد فيه) لا يختص هذا الشهر بصلاة ولا ذكر ولا عبادة ولا نفقة ولا صدقة ولا هو موسم من مواسم الإسلام ـ كالجمع والأعيـــــاد ـ التي رسمها لنا الشارع، صلوات الله وتسليماته عليه وعلى سائر إخوانه من الأنبياء والمرسلين، ففي هذا

الشهر ولد ﷺ، وفيه توفي، فلم يفرحون بميلاده ولا يحزنون لوفاته؟! فاتخاذ مولده موسماً والاحتفال به بدعة منكرة ضلالة لم يرد بها شرع ولا عقل، ولو كان في هذا خير فكيف يغفل عنه أبوبكر وعمر وعثمان وعلي وسائر الصحابة والتابعين وتابعيهم والأئمة وأتباعهم؟! لا شك أنه ما أحدثه إلا المتصوفون الأكالون البطالون أصحاب البدع. وتبع الناس بعضهم بعضاً فيه إلا من عصمه الله ووفقه لفهم حقائق دين الإسلام. ثم أي فائدة تعود وأي ثواب في هذه الأموال الباهظة التي

تعلق بها هـــذه التعاليـــــق وتنصب بها هذه السرادقات وتضرب بها الصواريخ؟ وأي رضا لله في اجتماع الرقاصين والرقاصات والمومسات والطبالين والزمارين واللصوص والنشالين والحاوي والقرداتي؟! وأي خير في اجتماع ذوي العمائم الحمراء والخضراء والصفراء والسوداء. أهل الإلحاد في أسماء الله والشخير والنخير والصفير بالغابـة، والدق بالبارات والكاسات والشهيق والنعيق بأح أح، يا ابن المرة، أم أم ان ان، سابينها، يا رسول الله، يا صاحب الفرح، المدا آد يا عم يا عم، اللع اللع، كالقرود!!

علامہ عبد الرحمٰن مغربی: اپنے فتاوٰی میں لکھتے ہیں کہ:

ان عمل المولد بدعۃ لم یقل بہ ولم یفعلہ رسول اللہ ﷺ والخلفاء والائمۃ۔ کذا فی الشرعۃ الالٰھیۃ)

بہ تحقیق میلاد کا کرنا بدعت ہے، نہ تو آنحضرت ﷺ نے اور آپ ﷺ کے خلفاء راشدینؓ نے اور ائمہ مجتہدین نے، خود اس کو کیا اور نہ اس کا حکم دیا۔

اور علامہ احمد بن محمد مصریؒ مالکی: لکھتے ہیں کہ:

قد اتفق علماء المذاھب الاربعۃ بذم ھٰذا العمل۔

(القول المعتمد)

چاروں مذاہب کے علماء اس عمل میلاد کی مذمت پر متّفق ہیں۔

قارئین کرام: آپ ان ٹھوس حوالوں سے اس مسئلہ کی تہ تک پہنچ گئے ہوں گے کہ خیر القرون میں یہ عمل نہ تھا بلکہ چھٹی صدی کے بعد ایجاد ہوا تھا، اور اس عمل کے موجودین کا حال بھی معلوم ہو چکا ہے کہ بادشاہِ وقت اس کا سرپرست تھا اور بحسب "الناس علیٰ دینِ ملوکھم" عوام کا اس سے متاثر ہونا ہرگز بعید از قیاس نہ تھا، عوام تو کیا بلکہ بعض خواص بھی اس کے عالمگیر پروپیگنڈا سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے اور ان مسلمانوں کے اس عمل کے جواز کے لئے شرعی دلائل کی تلاش اور جستجو شروع کر دی گئی اور دور دراز کے قیاسات سے کام لے کر اس گاڑی کو چلانے کی کوشش کی گئی۔ جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

کاش! ان حضرات نے کبھی یہ سوچا ہوتا کہ چھ صدیوں کے جو مسلمان ان کے اس خود تراشیدہ شعار اسلام سے محروم رہے ہیں ان کے بارے میں کیا کہا جائے گا؟ کیا وہ سب نعوذ باللہ دشمنان رسول تھے؟ اور پھر انہوں نے اس بات پر کبھی غور کیا ہوتا کہ اسلام کی تکمیل کا اعلان تو حجۃ الوداع میں عرفہ کے دن ہو گیا تھا۔ اس کے بعد وہ کونسا پیغمبر آیا تھا جس نے ایک ایسی چیز کو ان کے لئے شعار اسلام بنا دیا جس سے چھ صدیوں کے مسلمان نا آشنا تھے۔ ؟ کیا اسلام میرے یا کسی کے ابا کے گھر کی چیز ہے کہ جب چاہو اس کی کچھ چیزیں حذف کر دو۔ اور جب چاہو اس میں کچھ اور چیزوں کا اضافہ کر ڈالو؟

اسلام میں سالگرہ اور یادگار منانے کا کوئی تصوّر نہیں

قارئین کرام:

جس فضیلت کو دائمی اللہ پاک نے بنا دیا یا اس کے رسول پاک ﷺ نے فرما دیا وہ اپنی جگہ مسلم ہے مثلاً رمضان یا شعبان یا محرم الحرام یا عیدین وغیرہ اور پھر ان کے لئے ہدایات اور احکامات رسول کریم ﷺ نے فرما دیئے یہ سب تسلیم اور قابل عمل ہیں اور جن کے متعلق آپ نے ہدایات نہ دی ہوں مثلاً رسول پاک ﷺ نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت کی' طائف تشریف لے گئے۔ جنگ بدر' جنگ احد اور دیگر

غزوات میں حصہ لیا جس جگہ قدم مبارک آپ کے پڑ گئے کتنی فضیلت اس جگہ کی ہوگی
کہ سارے زمین و آسمان سے بڑھ کر قیمت اس جگہ کی ہوگئی۔اور بہت سے سینکڑوں
ایسے واقعات پیش آئے کہ ہر واقعہ ہر کلمہ ہر اٹھنا بیٹھنا برکت والا اور عظمت والا ہے
لیکن کہیں اس کی ہر برس تقریب منانے کا حکم نہیں ہے۔کوئی ہدایت نہیں ہے۔
لہٰذا بغیر حکم وہدایت کے اس کو اپنانا صحیح نہیں ہے۔

حضرت حلیمہ کے یہاں آپ کا جانا۔فرشتوں کا آپ کے دل مبارک کو
دھونا۔آپ کا غار حراء میں تشریف لیجانا وہاں انوار الٰہی کا ظاہر ہونا۔پھر نبوت کا عطا

ہونا' وحی کا نازل ہونا جب وحی نازل ہوئی اور تین سال تک آپ نے چھپ چھپ کر
عبادت الٰہی کی اور دین کی تبلیغ کی' پھر آپ کو فکر ہوئی کہ لوگ استہزاء کریں گے' وحی
نازل ہوئی کہ آپ ان کے استہزاء کی فکر نہ کیجئے اور حضرت جبرئیل علیہ السلام نے ان پانچ
آدمیوں کو جو مشرکین میں سے تھے جن سے سب سے زیادہ خطرہ تھا۔حرم شریف میں
جاکر انگلی کا اشارہ کیا جس سے وہ طرح طرح کی بیماریوں میں مبتلا ہوگئے اور میدان تبلیغ

کے لئے صاف ہوگیا۔پھر آپ نے کوہ صفا پر جاکر اللہ کا کلمہ بلند کیا۔
اسلام کا کلمہ بلند کرنے کا وہ سب سے پہلا دن تھا کیا وہ دن مقدس نہیں ہے؟
ہمیشہ ہمیشہ یادگار رہنے کا دن تھا۔
رسول کریم ﷺ کی زندگی کا ہر ہر قدم اور ہر ہر واقعہ ایسا ہے کہ یادگار منانے

والے اگر ان کو مرتب کریں تو ہزاروں سے بڑھ کر ان کی تعداد ہوگی مگر اسلام ہر اس رسم کو توڑنے آیا جو اسلام سے قبل جاری تھیں اس لئے ان کی یادگاریں بنانے کا حکم نہیں دیا۔

مکہ سے ہجرت اور غار ثور کا قیام بدر کی پہلی رات ہر دن اور ہر رات اپنے اندر خاص خاص برکات لئے ہوئے ہیں لیکن اس کے لئے نہ خدا کے احکام ہیں نہ رسول پاک ﷺ کے احکام ہیں حالانکہ ہر ایک ان میں سے اس قابل ہے کہ اس کا جشن منایا جاتا، لیکن اسلام ایک فطرت کا دین ہے۔ اس میں ان یادگاروں کے منانے کی کھپت نہیں ہے۔

تم بتاؤ آپ کی ساری تریسٹھ سال کی زندگی میں ہر سال کے تین سو ساٹھ دنوں میں سے کونسا دن ایسا ہے اور کونسے دن کا کونسا گھنٹہ ایسا ہے جو یاد رکھنے اور اس پر قربان ہونے کے قابل نہیں ہے؟ لیکن کیا کبھی آپ نے فرمایا تھا کہ کوہ صفا کا دن مناؤ، مکہ سے ہجرت کا دن مناؤ انہیں میں سے پیدائش اور وفات کے دن ہیں ان کے لئے آپ کے کوئی خصوصی احکام نہیں ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیعؒ ایک مجلس میں فرماتے ہیں:

ہندوستان میں تو مسلمان دوہری چکی میں پستے تھے اوپر انگریز نیچے ہندو پھر پیسہ بھی اتنا نہ تھا، حکومت بھی نہ تھی یہاں اگر اللہ میاں نے دولت دی، حکومت دی، آزادی دی اب لگ گئے اچھلنے کودنے دین کے نام پر دین کا کام تو ہوتا نہیں کہ رشوت چھوڑیں نمازیں پڑھیں اس میں تو محنت ہے بس ہمارے شیطان نے ہم کو یہ سکھایا ہے کہ تم پکے مسلمان ہو، اسلام تمہارا ٹھیک ہے یہاں عبادات کی ضرورت

نہیں سود کھائے جاؤ جائز کو ناجائز کئے جاؤ عورتوں کو ننگا پھراتے رہو بس دنیا میں اسلام کی زندگی کا یہ ثبوت پیش کرو کہ جلوس نکالو ڈنڈے ہاتھ میں لو اور نیا کام ایجاد کر وان کھیل تماشوں کا نام اسلام رکھ دو ساری دنیا میں تم سب سے اونچے ہو جاؤ گے۔

ابلیس نے ہم کو برباد کر کے چھوڑ دیا، ہندوستان میں تو گائے کا گوشت کھانے

کا نام اسلام تھا یہاں پر گانا بجانا، شور مچانا اس کا نام اسلام رکھ دو، روزے میں نماز میں، قرآن پڑھنے میں تو تم کو تکلیف ہوگی اسلام کے احکام پر چلنے میں تو بھوکے ننگے ہو جاؤ گے بس یہ شور ہنگامہ کر لو اور اسلام کا لیبل لگا لو۔

اللہ نے دو عیدیں بنائی تھیں ہم تین عیدیں کریں گے بلکہ عید پر اتنے کھانے والے نہیں ہوتے جتنے اس تیسری عید پر ہوتے ہیں، بھوکے کو کھانا کھلانا منع نہیں مگر

اس کا تماشا کرنا اور اس کو دین سمجھنا درست نہیں' ایک عقل کی بات یہ بھی ہے کہ وفات کے دن عید منانے میں خوب ان کو شیطان نے سمجھایا ہے بھلا وفات کا دن بھی خوشی منانے کا دن ہے اور اگر پیدائش کے دن عید مناتے ہو تو نبوت ملنے' ہجرت کرنے' جنگ بدر' فتح مکہ' فتح خندق کون کون سی عیدیں مناؤ گے؟ اب یہ کیسی حق تلفی ہے کہ آپ کی زندگی کے تریسٹھ سالوں میں سے صرف معراج اور وفات یا ولادت کو تو عید بنا دیا اور باقی دن کیا ہوئے؟ زیادہ نہیں تو کم از کم آپ کی عمر مبارک کے تریسٹھ سالوں میں سے تریسٹھ دن کی تو عید مناتے' مگر کچھ نہیں محض رسم کو پورا کرنا ہے۔

بے مثال مذہب

افسوس ہے کہ ایک ایک چیز کو فنا کر رہے ہیں' جس طرح موٹی بنی ہوئی رسی کٹتی ہے تو ایک ایک تار کٹتا ہے اسی طرح دین کا ایک ایک تار مٹ رہا ہے اور یاد رکھو دین تو نہیں مٹے گا ہم مٹ جائیں گے۔ یہ سنتوں کا مٹنا اور ان کی جگہ کھیل تماشے پیدا کرنا کس قدر خرابی کی بات ہے۔ ارے ایسا پاکیزہ مذہب جو دنیا کے لئے قابل مثال قابل تقلید ہے اس کو تم صورت سے' سیرت سے توڑ مروڑ کر کیوں ہنسی اڑاتے ہو اپنی بھی اور دین کی بھی' چاہے عمل میں کوتاہی ہو مگر اعتقاد تو صحیح رکھو اسی طرح شیخ عبدالقادر جیلانی کی گیارہویں ہر مہینہ میں ہوتی ہے مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ڈیڑھ

لاکھ سے زائد ہیں ان میں سے کوئی اس قابل تم نے نہ سمجھا' کیا یہ سارے شیخ سارے اولیاء اور صوفیاء ایک صحابی کے برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔

شب قدر کی عبادت ثابت ہے

غرض آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس قابل ہے کہ اس کی یادگار منائی جائے لیکن آپ کے ارشادات سے یادگاروں کو منانے کی ممانعت ثابت ہوتی ہے اور ہم آپ کے منع کرنے کے باوجود عید منائیں اس دن کو مقرر کر کے' یہ کہاں تک صحیح ہے؟ ہاں شب قدر کے لئے فرمایا اس رات کو عبادت کیا کرو' جاگا کرو۔ اللہ سے معافی چاہا کرو۔ اس رات میں اتنی بخشش ہوتی ہے۔ جس کا کوئی شمار نہیں۔ مگر کوئی روایت کوئی حدیث آپ کی ان جلوس جلسوں' نعروں کی' ضعیف یا قوی کوئی ہے؟ اگر ہے تو لاؤ۔ کوئی روایت نہیں اب ایک بے وقوفی کی بات یہ ہے کہ ان رسومات کے خلاف کچھ کہو تو وہ کہتے ہیں یہ وہابی ہے۔ بس ان کے نزدیک وہابی ایک گالی ہو گئی۔ مگر عقل

سے نہیں سوچتے کہ جن کی ہدایت ہمارے پیارے رسول ﷺ نے نہ دی ہو اور ہم اپنی طرف سے گھڑ کر کریں اس کے لئے فرمایا ہے سب سے بدتر کام دین میں وہ ہیں جو اپنی طرف سے کرو' چونکہ اس میں معاذاللہ یہ الزام ہے کہ ہمارے لئے نفع کا ایک کام تھا وہ حضور ﷺ نے ہم کو نہیں بتایا گویا یہ آپ کو الہام ہوا ہے کہ ہاتھی گھوڑے جلوس میں نکالو' نعرے لگاؤ اور ایک فتنہ کھڑا کرو۔

عیدیں منانے لگو گے تو دفتر نہ جاسکو گے

نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد فوراً ارتداد پھیلا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا میں قسم کھاکر کہتا ہوں کہ سارے دنیا کے کفار اور ان کی ذریات مل جائیں اور حجر و شجر مل جائیں اور میرے ساتھی بھی ساتھ نہ دیں میں اکیلا اسلام کو زندہ رکھنے اور سنت کو جاری رکھنے کے لئے اپنی گردن کٹا دوں گا کیا یہ دن عید منانے کے قابل نہیں۔

حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے دریاؤں میں گھوڑے ڈال دیئے ایک پیالہ رہ گیا دریا پر لاٹھی مار کر پیالہ طلب کیا اور دریا نے لاکر دیا کیا وہ دن یادگار منانے کے قابل نہیں، سرور کائنات ﷺ کے غلاموں کے یہ کام ہیں ایک صحابی راستہ بھولتے ہیں جنگل میں کھڑے ہوکر کہتے ہیں میں رسول کریم ﷺ کا غلام ہوں یہ جگہ خالی کر دو ہم آج بسیرا کریں گے، دیکھنے والوں نے دیکھا جانور اپنے منہ میں بچے لیکر بھاگے چلے جارہے ہیں، یہ دن تھا عید منانے کے قابل اگر عیدیں منانے پر آؤ گے تو نہ دفتر جا

سکو گے نہ دکان جاسکو گے عیدوں میں ہی الجھ کر رہ جاؤ گے سال کے بارہ مہینوں میں سے گیارہ مہینہ تو سوتے رہتے ہیں کبھی رسول کریم ﷺ یاد نہیں آتے کوئی کام کرتے وقت آپ کا خیال نہیں آتا آپ کے احکام کی تلاش نہیں ہوتی۔ بچپن سے اسکول میں پڑھ کر بے دین رہے پھر دفتر یا دکان میں بیٹھ گئے، دین کہاں سے آئے، اللہ کا پیغام رسول کے احکام ان کو کیسے پہنچائے جائیں اب یہ سب تماشہ کے نام پر جمع ہو

جاتے ہیں چلو ڈھول تماشوں سے جمع ہوئے تو جاکر مولوی صاحب نے اللہ اور رسول کا پیغام پہنچا دیا مولوی صاحب کا صرف رسول پاک ﷺ کا پیغام ان تک پہنچا دینا مقصد تھا مگر اب وہ جلسہ بھی چلنے لگا اور جلوس میں بدل گیا اور یہ مقصد بھی ختم ہوا۔

محفل سیرت کا صحیح طریقہ

یاد رکھو جتنی محبت حضور ﷺ سے زیادہ ہوگی اتنا ہی دین آئے گا۔ جتنی محبت

سے دوری ہوگی اتنی ہی دین سے دوری ہوگی' اب کرنے کا کام یہ ہے کہ آپ کے حیات طیبہ کے تذکرہ کے لئے صرف یہی مہینہ مقرر نہ کریں ہر مہینہ ہر ہفتہ محفلیں' وعظ اور سیرت کے مقرر کر کے اہتمام سے کرائیں اور سنت کے مطابق درود کی کثرت کریں اور عمل کی اللہ سے توفیق مانگیں "گلزار سنت" رسالہ دیکھ کر اعمال سیکھیں حضور ﷺ والے اس طرح آپ کی سنت پر جو قدم ہمارا پڑے گا دین مضبوط ہو گا۔

عید میلاد النبی منانے کی بنیاد

حق تعالیٰ نے یوم بدر کو یوم الفرقان کہا ہے تو جس دن کی تعریف اور اس کا ذکر خداوند کریم قرآن میں کریں کیا وہ دن عید منانے کا نہیں ہے۔ دراصل یہ ڈے اور دن یہود و نصاریٰ کے مقرر کئے ہوئے ہیں جو مخصوص طور پر مناتے ہیں۔ جن کے پاس کچھ ہے نہیں وہ موت اور پیدائش کو ہی ڈے منا لیتے ہیں جن کے پاس بھری پڑی ہیں نعمتیں اللہ کے فضل و کرم سے ان کو کیا ضرورت ہے ایسے ڈے منانے کی؟ یہ تو وہ

منائیں جو خالی ہیں کسی نعمت سے بچارے بھک منگے ہیں کوئی راہ عمل ملتی ہی نہیں،

مسلمانوں کے لئے حضور ﷺ کے قدم مبارک جہاں جہاں پڑگئے ہیں وہ ان کے لئے متبرک ہے لیکن ان کے جانثار صحابہ کرام 'اب تک کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ وہ کوئی ڈے مناتے تھے کیا ان سے بھی زیادہ محبت کا دعویٰ ہے ہم کو؟ غرض یہ کہ عیدیں کہاں تک مناؤ گے حضور ﷺ نے جو عمل کیا یا کچھ فرمایا وہ دنیا بھر کی خوشیوں سے بالاتر ہے اور عید منانے کے قابل ہے لہٰذا جو طریقہ آپ نے فرمایا ہے اسی پر عمل کرنا ہماری کامیابی ہے یہ سیرت کے بیان روزانہ ہوں یا کم از کم ہفتہ وار تو ہوتے رہیں یہ ایک سال بعد ایک دن دھوم دھڑکا مچالیا اور گیارہ مہینہ خاموش بیٹھ گئے یہ کونسی شریعت ہے؟ لہٰذا ان رسمی طور طریقوں سے بچو اور سنتوں پر چلو' حق تعالیٰ توفیق بخشیں۔

(مجالس مفتی اعظم ص٦٦)

برسی منانے کی رسم کو ختم کرنے کی اسلامی حکمت

دراصل اسلام سے پہلے قوموں میں اپنے بزرگوں اور بانیان مذہب کی

برسی منانے کا معمول ہے۔ جیسا کہ عیسائیوں میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر "عید میلاد" منائی جاتی ہے۔ اس کے برعکس اسلام نے برسی منانے کی رسم کو ختم کردیا تھا۔ اور اس میں دو حکمتیں تھیں۔ ایک یہ کہ سالگرہ کے موقع پر جو کچھ کیا جاتا ہے وہ اسلام کی دعوت اور اس کی روح و مزاج سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔ اسلام اس ظاہری سج دھج۔ نمود و نمائش اور نعرہ بازی کا قائل

نہیں. وہ اس شور و شغب اور ہاؤ ہو سے ہٹ کر اپنی دعوت کا آغاز دلوں کی تبدیلی سے کرتا ہے. اور عقائد حقہ. اخلاق حسنہ اور اعمال صالحہ کی تربیت ہے "انسان سازی" کا کام کرتا ہے۔ اس کی نظر میں یہ ظاہری مظاہرے ایک کوڑی کی قیمت بھی نہیں رکھتے. جن کے بارے میں کہا گیا ہے۔

ع "جگمگاتے درودیوار دل بے نور ہیں"

دوسری حکمت یہ ہے کہ اسلام دیگر مذہب کی طرح کسی خاص موسم میں برگ وبار نہیں لاتا. بلکہ وہ تو ایسا سدا بہار شجرہ طوبیٰ ہے. جس کا پھل اور سایہ دائم و قائم ہے۔ گویا اس کے بارے میں قرآنی الفاظ میں "اکلها دائم وظلها کہنا بجا ہے۔ اس کی دعوت اور اس کا پیغام اور کسی خاص تاریخ کا مرہون منت نہیں بلکہ آفاق وازمان کو محیط ہے۔

اور پھر دوسری قوموں کے پاس تو دوچار ہستیاں ہوں گی جن کی سالگرہ منا کر وہ فارغ ہوجاتی ہیں۔ اس کے برعکس اسلام کے دامن میں ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں ایسی قد آور ہستیاں موجود ہیں جو ایک سے ایک بڑھ کر ہیں اور جن کی عظمت کے سامنے آسمان کی بلندیاں ہیچ اور نورانی فرشتوں کا تقدس گرد راہ ہے۔ اسلام کے پاس کم و بیش سوا لاکھ کی تعداد تو ان انبیاء کی ہے ـــــ جو انسانیت کے ہیرو ہیں۔ اور جن میں سے ایک ایک کا وجود کائنات کی ساری چیزوں پر بھاری ہے۔ پھر انبیاء کرامؑ کے بعد صحابہ کرامؓ کا قافلہ ہے ان کی تعداد بھی سوا لاکھ سے کیا کم ہوگی؟ پھر

ان کے بعد ہر صدی کے وہ لاکھوں اکابر اولیاء اللہ ہیں جو اپنے اپنے وقت میں رشد و ہدایت کے مینارۂ نور تھے۔ اور جن کے آگے بڑے بڑے جابر بادشاہوں کی گردنیں جھک جاتی تھیں۔ اب اگر اسلام شخصیتوں کی سالگرہ منانے کا دروازہ کھول دیتا تو غور کیجئے اس امت کو سال بھر میں سالگرہوں کے علاوہ کسی اور کام کے لئے ایک لمحہ کی بھی

فرصت ہوتی؟ ـــــ چونکہ یہ چیز ہی اسلام کی دعوت اور اس کے مزاج کے خلاف تھی اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ و تابعین کے بعد چھ صدیوں تک امت کا مزاج اس کو قبول نہ کر سکا۔ اگر آپ نے اسلامی تاریخ کا مطالعہ کیا ہے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اسلامی تاریخ میں چھٹی صدی وہ زمانہ ہے جس میں فرزندان تثلیث نے صلیبی جنگیں لڑیں، اور مسیحیت کے ناپاک اور منحوس قدموں نے عالم اسلام کو روند ڈالا۔ ادھر مسلمانوں کا اسلامی مزاج داخلی و خارجی فتنوں کی مسلسل یلغار سے کمزور پڑ گیا

تھا۔ ادھر مسیحیت کا عالم اسلام پر فاتحانہ حملہ ہوا، اور مسلمانوں میں مفتوح قوم کا سا احساس کمتری پیدا ہوا۔ اس لئے عیسائیوں کی تقلید میں یہ قوم بھی سال بعد اپنے مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے "یوم ولادت" کا جشن منانے لگی۔ یہ قوم کے کمزور اعصاب کی تسکین کا ذریعہ تھا تاہم جیسا کہ پہلے عرض کر چکا ہوں۔ امت کے مجموعی مزاج نے اس کو قبول نہیں کیا۔ بلکہ ساتویں صدی کے آغاز سے لیکر آج تک علمائے امت نے اسے "بدعت" قرار دیا، اور اسے "ہر بدعت گمراہی ہے" کے زمرے میں شمار کیا۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے جلوسوں کی ابتداء

اگرچہ "میلاد" کی رسم ساتویں صدی کے آغاز سے شروع ہو چکی تھی.

اور لوگوں نے اس میں بہت سے امور کے اضافے بھی کئے لیکن کسی کو یہ جرأت نہیں ہوئی تھی کہ اسے "عید" کا نام دیتا۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ "میری قبر کو "عید" نہ بنانا"۔ اور میں اوپر حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی" کے

حوالے سے بتا چکا ہوں کہ "عید" بنانے کی ممانعت کیوں فرمائی گئی تھی۔ مگر اب چند سالوں سے اس سالگرہ کو "عید میلاد النبیؐ" کہلانے کا شرف بھی حاصل ہو گیا

ہے۔

دنیا کا کون مسلمان اس سے ناواقف ہو گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے "عید" کے دو دن مقرر کئے ہیں۔ عیدالفطر اور عید الاضحیٰ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کو بھی "عید" کہنا صحیح ہوتا، اور اسلام کے مزاج سے یہ چیز کوئی مناسبت رکھتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ہی اس کو "عید" قرار دے سکتے تھے، اور اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک یہ پسندیدہ چیز ہوتی تو آپؐ نہ سہی، خلفائے راشدینؓ ہی آپؐ کے یوم ولادت کو "عید" کہہ کر "جشن عید میلاد النبیؐ" کی طرح ڈالتے، مگر انہوں نے ایسا نہیں کیا، اس سے

دو ہی نتیجے نکل سکتے ہیں یا یہ کہ ہم اس کو "عید" کہنے میں غلطی پر ہیں۔ یا یہ کو نعوذ باللہ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم ولادت کی خوشی ہے مگر صحابہ کرامؓ خصوصاً خلفائے راشدین کو کوئی خوشی نہیں تھی، انہیں آپ ؐ سے اتنا عشق بھی نہیں تھا جتنا ہمیں ہے ـــــ ستم یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ

ولادت میں تو اختلاف ہے، بعض ۹ ربیع الاول بتاتے ہیں۔ بعض ۸ ربیع الاول، اور مشہور بارہ ربیع الاول ہے۔ لیکن اس میں کسی کا اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم کی وفات شریفہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو ہوئی ـــــ گویا ہم نے "جشن عید" کے لئے دن بھی تجویز کیا تو وہ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے داغ مفارقت دے گئے. اگر کوئی ہم سے یہ سوال کرے کہ تم لوگ "جشن عید" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت طیبہ پر مناتے ہو؟ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کی خوشی میں؟ (نعوذ باللہ) تو شائد ہمیں اس کا جواب دینا بھی مشکل ہوگا۔

بہرحال میں اس دن کو "عید" کہنا معمولی بات نہیں سمجھتا. بلکہ اس کو صاف صاف تحریف فی الدین سمجھتا ہوں۔ اس لئے کہ "عید" اسلامی اصطلاح ہے۔ اور اسلامی اصطلاحات کو اپنی خود رائی سے غیر منقول جگہوں پر استعمال کرنا دین میں تحریف ہے۔

(ملخص از اختلاف امت اور صراط مستقیم)

ہندوستان میں انگریزوں نے ۱۲ ربیع الاول کو میلاد النبی مقرر کیا

ہندوستان میں گو ہندو صدیوں سے جنم اشٹمی منا رہے تھے۔ کرشن کنہیا کا یوم جنم ہر سال بڑے تزک و احتشام اور رونق سے مناتے لیکن مسلمان ان سے متاثر نہ ہوئے۔ انہوں نے انہیں دیکھ کر اپنے میں ایک خاص دن میلاد النبی منانے کی راہ اختیار نہ کی مفتوح قوموں کی عادتیں فاتحین کے لیے کبھی سامانِ جذب نہیں بنتیں لیکن فاتح اقوام کی عظمت کمزور ذہنوں میں خواہ مخواہ گھسی چلی جاتی ہے۔ ہندوؤں کی جنم اشٹمی سے تو ہندوستان کے مسلمان متاثر نہ ہوئے لیکن انگریزوں کے کرسمس کی پیروی ان کے لیے چنداں معیوب نہ تھی کیونکہ یہ ایک فاتح قوم کا عمل تھا۔ انگریزوں نے میلاد النبی کی ۱۲ ربیع الاول ان کے لیے مقرر کی تا وہ عیدین کی طرح اس دن بھی خوشی منائیں انگریزوں نے اپنے حقوقِ خدمت میلاد النبی کی خوشی کے لیے موقوف اور اس دن ان کی چھٹی کا اعلان کرایا۔

مولانا احمد رضا خاں کے بڑے بھائی مولانا عبد السمیع رامپوری لکھتے ہیں :۔

اس وقت میں جو حکام فرمانروا انگریز ہیں کہ ان کو کچھ علاقہ تعظیم و آداب حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بایں ہمہ انہوں نے اپنی کچہری اور محکمہ میں جا بجا اہلِ اسلام کے لیے مثل عید اور بقر عید کے ایک دن چھٹی اور تعطیل کا واسطے خوشی

میلاد حضرت خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہویں تاریخ ربیع الاول کو مقرر کر رکھا ہے۔ افسوس صد افسوس کہ انگریز، کام کار و بار ضروری میں اپنے حرج منظور کریں اور اپنے حقوق خدمت اور کارگزاری کو اس روز (میلاد النبی کے واسطے بجا آوری مراسم فرحت و سرور و تعظیم حضرت نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے موقوف کریں اور یہ لوگ اس کے مقابل (انگریزوں کی اس تحریک کے مقابل) زبان مبارک سے فرماویں کہ یہ فعل بدعت ہے۔[1]

[1] انوار ساطعہ ص ۱۷۰

بریلوی عالم محمد عبد الحکیم شرف قادری تذکرہ اکابر اہل سنّت ص۵۵۹: میں لکھتے ہیں:

آپ (محمد نور بخش توکلی) ہی کی مساعی جمیلہ سے متحدہ ہندو پاک میں "بارہ وفات" کی بجائے عید میلاد النبی ﷺ کے نام سے تعطیل ہونا قرار پائی اور محمد نور بخش توکلی کا انتقال ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۷ھ بمطابق ۲۴ مارچ ۱۹۴۸ کو ہوا تھا۔(یاد رہے عید میلاد النبی سے پہلے لوگ بارہ ربیع الاوّل کو بارہ وفات کہتے تھے)

ایک دوسرے بریلوی عالم علامہ اقبال احمد فاروقی مقدمہ تذکرہ سیدّنا غوث اعظم ص ۸ پر موصوف کی دینی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے یوں لکھتے ہیں کہ

آپ کی دینی خدمات سے ایک نہایت اہم خدمت یہ ہے کہ آپ نے گورنمنٹ کے گزٹ اور سرکاری کاغذات میں " بارہ وفات " غلط العمومی اصطلاح کو عید میلاد النبی کے نام سے تبدیل کرنے کی جدوجہد کی اور اس میں یہاں تک کامیاب ہوئے کہ گورنمنٹ سے اس مقدس دن کی تعطیل عام منظور کرائی۔ اور آج یہی تعطیل خدا کے فضل سے اسلامیان پاکستان کی ایک اہم تقریب میں تبدیل ہو گئی ہے۔

جشن عید میلاد النبی کے جلوسوں کی ابتداء ۱۹۲۹ میں ایک ہندو نو مسلم (جس کا اسلامی نام عنایت اللہ قادری تھا اس کے ہاتھوں ہوئی۔ ابو الزاہد مولانا سرفراز خا صاحب صفدر منہاج الواضح میں لکھتے ہیں کہ یہ شخص اس جلوس کا تنہا بانی ہونے کا مدعی ہے۔

بریلویوں کو سوچنا چاہیئے تھا کہ جب انگریزوں کو حضور پیغمبر اسلام کی تعظیم سے کوئی اعتقادی تعلق نہیں. پھر وہ میلاد النبیؐ کے مراسم فرحت وسرور میں کیوں اتنی دلچسپی لے رہے ہیں. اگر وہ سوچتے تو پالیتے کہ ان کی خواہش ہے کہ کسی طرح مسلمان ان رسوم میں گھر جائیں جن میں نصاریٰ کرسمس پر گھرے ہوئے ہوتے ہیں.

اس سے جہاں اس بات کا پتہ چلتا ہے کہ متحدہ ہندوستان میں یہ رسم انگریزوں نے تیرہویں صدی ہجری کے آخر میں جاری کی تھی. انوار ساطعہ ۱۳۰۲ھ ہجری میں لکھی گئی تھی. اس طرح یہ بھی پتہ چلتا ہے اسے عید کی طرح منانے کا جذبہ بھی پہلے انگریزوں کے دلوں میں اُبھرا تھا اور انہوں نے اس دن کی چھٹی اسی لیے مقرر کی کہ مسلمان اسی دن کو منانے میں وہ سب کام کر گزریں جو نصارٰے کرسمس پر کرتے ہیں.

عید میلاد النبی کے نام پر بے حیائی اور فحاشی

اور پھر یہ "عید" جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے

مطابق منائی جاتی ہے وہ بھی لائق شرم ہے، بے ریش لڑکے غلط سلط نعتیں پڑھتے ہیں، موضوع اور من گھڑت قصے کہانیاں جن کا حدیث و سیرت کی کسی کتاب میں کوئی وجود نہیں، بیان کی جاتی ہیں، شور و شغب ہوتا ہے۔ نمازیں غارت ہوتی ہیں، اور

نوجوان ونوخیز لڑکیاں زرق برق لباس میں بازاروں میں گھومتیں ہیں، بالا خانوں سے برہنہ سر اور بے پردہ جلوس کے شرکاء پر گل پاشی کرنا اور

نامعلوم کیا کیا ہوتا ہے، کاش! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر جو "بدعت" ایجاد کی گئی تھی اس میں کم از کم آپؐ کی عظمت و تقدس ہی کو ملحوظ رکھا جاتا۔ غضب یہ کہ سمجھا یہ جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان خرافاتی محفلوں میں بنفس نفیس تشریف بھی لاتے ہیں ــــ فیاغربتہ الاسلام! (ہائے، اسلام کی بیچارگی!)

"عید میلاد النبیؐ" کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہ بنائی جاتی ہے، اور جگہ جگہ بڑے بڑے چوکوں میں سانگ بنا کر رکھے جاتے ہیں۔ لوگ ان سے تبرک حاصل کرتے ہیں ــــ اور "بیت اللہ" کی خود ساختہ شبیہ کا طواف بھی کرتے ہیں ــــ اور یہ سب کچھ مسلمانوں کے ہاتھوں اور علماء کی نگرانی میں کرایا جارہا ہے۔ فیا اسفاہ!

"جشن عید میلاد" کی باقی ساری چیزوں کو چھوڑ کر اسی ایک منظر کا جائزہ لیجئے کہ اس میں کتنی قباحتوں کو سمیٹ کر جمع کر دیا گیا ہے۔

اول: اس پر جو ہزاروں روپیہ خرچ کیا جاتا ہے یہ محض اسراف و تبذیر اور فضول خرچی ہے۔ آپ ملا علی قاریؒ کے حوالے سے سن چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں پر چراغ اور شمع جلانے والوں پر اس لئے لعنت فرمائی ہے کہ یہ فعل عبث ہے۔ اور خدا کے دیئے ہوئے مال کو مفت ضائع کرنا ہے۔ ذرا سوچئے! جو مقدس نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) قبر پر ایک چراغ جلانے کو فضول خرچی کی وجہ سے ممنوع اور ایسا کرنے والوں کو ملعون قرار دیتا ہے اس کا ارشاد اس ہزاروں لاکھوں

روپے کی فضول خرچی کرنے والوں کے بارے میں کیا ہوگا؟ اور پھر یہ بھی دیکھئے کہ یہ فضول خرچی وہ غربت زدہ قوم کر رہی ہے جو روٹی، کپڑا، مکان کے نام پر ایمان تک کا سودا کرنے کو تیار ہے۔ اس فضول خرچی کے بجائے اگر یہی رقم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایصال ثواب کے غرباء و مساکین کو چپکے سے نقد دے دی جاتی تو نمائش تو

بلاشبہ نہ ہوتی مگر اس رقم سے سینکڑوں اجڑے گھر آباد ہوسکتے تھے۔ ان سینکڑوں بچیوں کے ہاتھ پیلے کئے جاسکتے تھے جو اپنے والدین کے لئے سوہان روح بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ فضول خرچی اس قوم کے رہنماؤں کو سجتی ہے جس کے بہت سے افراد و خاندان نان شبینہ سے محروم اور جان و تن کا رشتہ قائم رکھنے سے قاصر ہوں؟ اور پھر یہ سب کچھ کیا بھی جارہا ہے کس ہستی کے نام پر؟ جو خود تو پیٹ پر پتھر بھی باندھ لیتے تھے، مگر جانوروں تک کی بھوک پیاس سنکر تڑپ جاتے تھے۔ آج کمیونزم اور لادین سوشلزم، اسلام کو دانت دکھا رہا ہے۔ جب ہم دنیا کی مقدس ترین ہستی ــــــــ کے نام پر یہ سارا کھیل کھیلیں گے تو لادین طبقے، دین کے بارے میں کیا تاثر لیں گے؟

فضول خرچی کرنے والوں کو قرآن کریم نے "اخوان الشیاطین" فرمایا تھا، مگر ہماری فاسد مزاجی نے اس کو اعلیٰ ترین نیکی اور اسلامی شعار بنا ڈالا تھا۔

ع "بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست"

دوسرے اس فعل میں شیعوں اور رافضیوں کی تقلید ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ رافضی، حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی سالانہ برسی منایا کرتے اور اس موقعہ پر تعزیہ، علم، دلدل وغیرہ نکالا کرتے ہیں، انہوں نے جو کچھ حسینؓ اور آل رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کیا وہی ہم نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر کرنا شروع کر دیا۔ انصاف کیجئے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کا سوانگ بنا کر اسے بازاروں میں پھرانا اور اس کے ساتھ روضہ اطہر اور بیت اللہ کا سا معاملہ کرنا صحیح ہے تو روافض کا تعزیہ اور دلدل کا سوانگ رچانا کیوں غلط ہے؟ افسوس ہے کہ جو ملعون بدعت رافضیوں نے ایجاد کی تھی ہم نے ان کی تقلید کر کے اس پر مہر تصدیق ثبت کرنے کی کوشش کی۔

تیسرے، اس بات پر بھی غور کیجئے کہ روضہ اطہر اور بیت اللہ کی جو شبیہ بنائی جاتی ہے وہ شیعوں کے تعزیہ کی طرح محض جعلی اور مصنوعی ہے، جسے آج بنایا جاتا ہے اور کل توڑ دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس مصنوعی سوانگ میں اصل روضہ اطہر اور بیت اللہ کی کوئی خیر و برکت منتقل ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اور اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی اس چیز میں کسی درجہ میں تقدس پیدا ہو جاتا ہے یا نہیں؟ اگر اس میں کوئی تقدس اور کوئی برکت نہیں تو اس فعل کے محض لغو اور عبث ہونے میں کیا شک ہے؟ اور اگر اس میں تقدس اور برکت کا کچھ اثر آ جاتا تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی

تقدس اور برکت کا کچھ اثر آجاتا تو اس کی شرعی دلیل کیا ہے؟ اور کسی مصنوعی اور جعلی چیز میں روضہ مقدسہ اور بیت اللہ شریف سے تقدس و برکت کا اعتقاد رکھنا اسلام کی علامت ہے یا جاہلیت کی؟ اور پھر روضہ شریف اور بیت اللہ شریف کی شبیہہ بنا کر اگلے دن اسے توڑ پھوڑ کر دینا کیا ان کی توہین نہیں؟ آپ جانتے ہیں کہ بادشاہ کی تصویر بادشاہ نہیں ہوتی، نہ کسی عاقل کے نزدیک اس میں بادشاہ کا کوئی کمال ہوتا ہے۔ اس کے باوجود بادشاہ کی تصویر کی توہین کو قانون کی نظر میں لائق تعزیر جرم تصور کیا جاتا ہے۔ اور اسے بادشاہ سے بغاوت پر محمول کیا جاتا ہے. لیکن آج روضہ اطہر اور بیت اللہ شریف کی شبیہہ بنا کر کل اسے منہدم کرنے والوں کو یہ احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ اسلامی شعائر کی توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں۔

چوتھے جس طرح شیعہ لوگ حضرت حسینؓ کے تعزیہ پر چڑھاوے چڑھاتے ہیں اور منتیں مانتے ہیں۔ اب رفتہ رفتہ عوام کالانعام اس نو ایجاد بدعت کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرنے لگے ہیں، روضہ اطہر کی شبیہ پر درود و وسلام پیش کیا جاتا ہے، اور بیت اللہ کی شبیہ کا باقاعدہ طواف ہو نے لگا ہے، گویا مسلمانوں کو حج و عمرہ کے لئے مکہ و مدینہ جانے کی

ضرورت نہیں، ہمارے ان دوستوں نے گھر گھر میں روضے اور بیت اللہ

بنادیئے ہیں، جہاں سلام بھی پڑھا جاتا

ہے، اور طواف بھی ہوتا ہے۔ میرے قلم میں طاقت نہیں کہ میں اس فعل کی قباحت و شناعت اور ملعونیت کو ٹھیک ٹھیک واضح کر سکوں۔ ہمارے ائمہ اہل سنت کے نزدیک یہ فعل کس قدر قبیح ہے؟ اس کا اندازہ لگانے کے لئے صرف ایک مثال کافی ہے، وہ یہ کہ ایک زمانے میں ایک بدعت ایجاد ہوئی تھی کہ عرفہ کے دن جب حاجی حضرات

عرفات کے میدان میں جمع ہوتے ہیں تو ان کی مشابہت کے لئے لوگ اپنے شہر کے کھلے میدان میں نکل کر جمع ہوتے، اور حاجیوں کی طرح سارا دن دعاء و تضرع، گریہ و زاری اور توبہ استغفار میں گزارتے ـــــ اس رسم کا نام "تعریف" یعنی عرفہ منانا

رکھا گیا تھا ـــــ بظاہر اس میں کوئی خرابی نہیں تھی۔ بلکہ یہ ایک اچھی چیز تھی کہ اگر اس کا رواج عام ہو جاتا تو کم از کم سال بعد تو مسلمانوں کو توبہ و استغفار کی توفیق ہو جایا کرتی۔ مگر ہمارے علمائے اہل سنت نے (اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے) اس بدعت کی سختی سے تردید کی، اور فرمایا:

اَلتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَيْءٍ ۔ یعنی اس طرح عرفہ منانا بالکل لغو اور بیہودہ حرکت ہے۔

شیخ ابن نجیم صاحب البحر الرائق لکھتے ہیں:

"چونکہ وقوف عرفات ایک ایسی عبادت ہے جو ایک خاص مکان کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے یہ فعل اس مکان کے سوا دوسری جگہ جائز نہ ہوگا۔ جیسا کہ طواف وغیرہ جائز نہیں، آپ دیکھتے ہیں طواف کعبہ کی مشابہت کے طور پر کسی اور مکان کا طواف جائز نہیں"۔ (ص۱۷۶ ج ۲)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فرمایا کہ "میری قبر کو عید نہ بنالینا" اس میں تحریف کا دروازہ بند کرنے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں کی قبروں کے ساتھ یہی کیا تھا۔ اور انہیں حج کی طرح عید اور موسم بنالیا تھا"۔ (حجۃ اللہ البالغہ)

شیخ علی القاری رحمۃ اللہ شرح مناسک میں فرماتے ہیں کہ طواف کعبہ شریف کی خصوصیات میں سے ہے۔ اس لئے انبیاء اولیاء کے قبور کے گرد طواف کرنا حرام ہے۔ جاہل لوگوں کے فعل کا کوئی اعتبار نہیں، خواہ وہ مشائخ و علماء کی شکل میں ہوں" (بحوالہ الجنۃ لاہل السنۃ ص ۷)

اور البحرالرائق، کفایہ شرح ہدایہ اور معراج الدرایہ میں ہے کہ "جو شخص کعبہ

شریف کے علاوہ کسی اور مسجد کا طواف کرے۔ اس کے حق میں کفر کا اندیشہ ہے"

(الجنۃ لاہل السنہ ص ۷)

ان تصریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ روضہ اطہر اور کعبہ شریف کا سوانگ بنا کر ان کے ساتھ اصل کا سا جو معاملہ کیا جاتا ہے ہمارے اکابر اہل سنت کی نظر میں اس کی کیا حیثیت ہے۔

خلاصہ یہ کہ "جشن عید میلاد" کے نام پر جو خرافات رائج کر دی گئی ہیں۔ اور جن میں ہر آئے سال مسلسل اضافہ کیا جا رہا ہے۔ یہ اسلام کی دعوت۔ اس کی روح اور اس کے مزاج کے یکسر منافی ہیں۔ میں اس تصور سے پریشان ہو جاتا ہوں کہ ہماری ان خرافات کی روئداد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ عالی میں پیش ہوتی ہوگی تو آپؐ پر کیا گزرتی ہوگی؟ اور اگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم ہمارے درمیان موجود ہوتے تو ان چیزوں کو دیکھ کر ان کا کیا حال ہوتا؟ بہر حال میں اس کو نہ صرف

"بدعت" بلکہ "تحریف فی الدین" تصور کرتا ہوں۔ اور اس بحث کو امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کے ایک ارشاد پر ختم کرتا ہوں۔ جو انہوں نے اسی مسئلہ میں اپنے

مرشد خواجہ باقی باللہؒ کے بارے میں فرمایا ہے:

"بہ نظر انصاف بیند کہ اگر فرضاً حضرت ایشاں دریں زمان دنیا زندہ می بودند

وایں مجلس و اجتماع منعقد می شد آیا بایں امر راضی می شدند. وایں اجتماع را پسندیدنہ

یانہ. یقینِ فقیر آں است کہ ہرگز ایں معنی را تجویز نمی فرمودند. مقصود فقیر اعلام

بود. قبول کنند یا نہ کنند ہیچ مضائقہ نیست و گنجائش مشاجرہ نہ"

ترجمہ۔ انصاف کی نظر سے دیکھئے کہ اگر بالفرض حضرت ایشاں اس وقت دنیا میں تشریف فرما ہوتے اور یہ مجلس اور یہ اجتماع منعقد ہوتا آیا آپ اس پر راضی ہوتے. اور اس پر اجتماع کو پسند فرماتے یا نہیں؟ فقیر کا یقین یہ ہے کہ اس کو ہرگز جائز نہ رکھتے____ فقیر کا مقصود صرف امر حق کا اظہار ہے۔ قبول کریں یا نہ کریں کوئی پرواہ نہیں۔ اور نہ کسی جھگڑے کی گنجائش۔ (دفتر اول مکتوب ۲۷۳)

(ملخص اختلاف امت اور صراط مستقیم ص ۹۰)

دین مکمل ہو چکا مگر بدعتی اس کو نامکمل سمجھ کر روز نئی بدعات نکالتا ہے۔ آج ربیع الاول کو جلوس نکالنے والے کہتے ہیں کہ جو جلوس نہیں نکالتے وہ عاشق رسول نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جلوس نہ ہوتا تھا، تو کوئی عاشق رسول نہ تھا اور یہ جلوس نہ صحابہ کرامؓ نے نکالا اور نہ تابعینؒ نے نکالا نہ تبع تابعینؒ نے نکالا۔ کل کوئی اور بدعت شروع کریں گے۔ مثلاً بارہ ربیع الاول کو نماز عید شروع کر دیں۔ اور کہیں کہ جو بارہ(۱۲)

ربیع الاول کو نماز عید نہیں پڑھتا وہ عاشق رسول نہیں۔ تو ان کے کہنے کے مطابق تو کوئی مسلمان عاشق رسول نہیں ہو گا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب قوم کی اصلی روح نکل جاتی ہے تو وہ اسی قسم کی طفل تسلیوں سے دنیا کو فریب دینے کی کوشش کرتی ہے چنانچہ پورے سال تو حضرت محمد ﷺ کی شریعت وسنت کے ساتھ وہ معاملہ کیا جائے جو ایک شقی دشمن کرتا ہے اور ایک رات سیرت ومیلاد کی محفل قائم کر کے محبت رسول کا دعویٰ کیا جائے۔ اس سے بڑھ کر نفاق کیا ہوگا؟

اسلامی تاریخ شاہد ہے کہ جب تک قوم شریعت پر چلنے کی توفیق سے بانصیب تھی تمام امت سراپا شریعت تھی اور ہر شخص اپنی سیرت وصورت اور عمل وکردار سے شریعت اسلامی، محبت رسول اور اتباع سنت کا پیکر تھا اس وقت نہ سیرت کی ان رسمی محفلوں کی حاجت تھی نہ میلاد النبی ﷺ کے جلسوں کی ضرورت۔

یہ دکھ نہیں کہ اندھیروں سے صلح کی ہم نے
ملال یہ ہے کہ اب صبح کی طلب بھی نہیں

مروجہ محفل میلاد پر اہل بدعت کے دلائل کے جوابات

ہم باحوالہ ثابت کر چکے ہیں کہ مروجہ محفل میلاد پیارے پیغمبر ﷺ کے چھ سو سال بعد پیدا ہوئی ہے اس لئے یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ اس مروجہ محفل میلاد کو ثابت کرنے کے لئے قرآن مجید یا احادیث نبویہ ﷺ یا صحابہ کرامؓ ، تابعینؒ ، اتباع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدین سے کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اگر مروجہ محفل میلاد قرآن وسنّت سے یا صحابہ کرامؓ سے ثابت ہوتی تو بریلوی حضرات یہ کبھی نہ فرماتے کہ اس مخصوص محفل میلاد کا ایجاد کرنے والا بادشاہ اور مولوی عمر بن دحیہ ساتویں صدی ہجری کے آدمی ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے باوجود عوام کو مغالطہ دینے کے لئے وہ قرآن پاک کی چند آیات اور کچھ احادیث بھی پیش کرتے ہیں اس لئے ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے دلائل اور جوابات بھی قارئین کے لئے پیش کر دیں۔

شیخ سرفراز خان صاحب صفدرؒ مفتی احمد یار خان صاحب کی اس بارے میں انوکھی دلیل کا ذکر یوں فرماتے ہیں:

کہ وہ لکھتے ہیں کہ حرمین شریفین میں بھی نہایت اہتمام سے یہ مجلس پاک منعقد کی جاتی ہے، جس ملک میں بھی جاؤ مسلمانوں میں یہ عمل پاؤ گے، علماء امّت اور اور اولیاء اللہ نے اس کے بڑے بڑے فائدے اور برکات بیان فرمائی ہیں (الیٰ ان قال) لہٰذا محفل میلاد پاک مستحب ہے (جاء الحق: ص ۲۲۷/۲۲۴) میں لکھتے ہیں کہ " استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں (بلفظہٖ)

الجواب: یہی حرمین شریفین بھی تھے اور حضرات صحابہ کرامؓ، تابعینؒ اور تبع تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ جیسے اولیاء اللہ اور علماء امت بھی تھے، ان کو یہ فائدے اور برکات کیوں نہ سمجھ آسکے؟ اور وہ اس مروجہ مجلس پاک کے منافع سے کیوں محروم رہے، پھر چھ صدیوں تک جس ملک کے مسلمانوں کو

دیکھا، ان میں یہ عمل نہ پایا گیا، نہ معلوم وہ اس کی برکات سے کیوں بہرہ ور نہ ہو سکے؟

بلاشک حرمین الشریفین کی نصوص سے بڑی فضیلت اور رتبہ ثابت ہے۔ لیکن شرعی دلائل صرف چار ہیں۔ اگر حرمین شریفین میں اچھے کام ہوں تو نور علیٰ نور، ورنہ ہر گز حجت نہیں ہیں۔ چنانچہ حضرت ملا علی قاریؒ فرماتے ہیں کہ:

فی الحرمین الشریفین من شیوع الظلم و کثرۃ الجھل و قلۃ العلم و ظھور المنکرات و فشوع البدع واکل الحرام والشبھات ۔(مرقات ج۳ ص۲۷۱)

حرمین شریفین میں ظلم شایع ہے، جہالت کثیر ہے علم کم ہے، منکرات کا ظہور ہے، بدعات رائج ہیں، حرام کھایا جاتا ہے، دینی شبہات بھی بکثرت ہیں۔

مفتی صاحب کی یہ تحقیق بھی قابل رشک ہے کہ استحباب کے لئے صرف اتنا کافی ہے کہ مسلمان اس کو اچھا جانیں۔ بدعات کی نشر و اشاعت کے لئے کیا چور دروازہ تلاش کیا ہے، اور یہ بھول گئے کہ استحباب تو اونچی چیز ہے، اباحت بھی

حکم شرعی ہے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کے قول و فعل کے بغیر اس کا ثبوت بھی نہیں ہو سکتا۔

علامہ شامیؒ لکھتے ہیں:

الندب حکم شرعی لا بدلہ من دلیل ۔(ردالمختار)

استحباب شرعی حکم ہے، اس کے لئے دلیل درکار ہے۔

شہید اسلام شیخ الحدیث حضرت مولانا یوسف لدھیانویؒ میلاد سے متعلق سوالات کے جواب میں لکھتے ہیں:

مسئلے کی وضاحت کے لئے چند امور ملحوظ رکھئے!

اول:... اس میں تو نہ کوئی شک و شبہ ہے نہ اختلاف کی گنجائش کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکار مقدس اعلیٰ ترین مندوبات میں سے ہے، اور اس میں بھی شبہ نہیں کہ "میلاد" کے نام سے جو محفلیں سجائی جاتی ہیں ان میں بہت سی باتیں ایسی ایجاد کرلی گئی ہیں جو حدودِ شرع سے متجاوز ہیں، یعنی مروجہ میلاد دو چیزوں کا مجموعہ ہے، ایک مستحب و مندوب، یعنی تذکار نبوی صلی اللہ علیہ وسلم، دوم وہ خلاف شرع خرافات جو اس کے ساتھ چسپاں کردی گئی ہیں اور جن کے بغیر میلاد کو میلاد ہی نہیں سمجھا جاتا، گویا ان کو "لازمہ میلاد" کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

دوم:... جو چیز اپنی اصل کے اعتبار سے مباح یا مندوب ہو، مگر عام طور سے اس کے ساتھ قبیح عوارض چسپاں کرلئے جاتے ہوں، اس کے بارے میں کیا طرزِ عمل اختیار کرنا چاہئے؟ اس میں ذوق کا اختلاف ایک فطری چیز ہے، جس کی نظر نفسِ مندوب پر ہوگی اس کا ذوق یہ فیصلہ کرے گا کہ ان عوارض سے تو بے شک احتراز کرنا چاہئے، مگر نفسِ مندوب کو کیوں چھوڑا جائے، بخلاف اس کے جس کی نظر عوام کے جذبات و رجحانات پر ہوگی اس کا فتویٰ یہ ہوگا کہ خواص تو ان عوارض سے بلاشبہ احتراز کریں گے، لیکن عوام کو ان عوارض سے روکنا کسی طرح ممکن نہیں، اس لئے عوام کو اس سیلاب سے بچانے کی یہی صورت ہے کہ ان کے سامنے بند باندھ دیا جائے، یہ دونوں ذوق اپنی اپنی جگہ صحیح ہیں، اور ان کے درمیان حقیقی اختلاف نہیں، کیونکہ جو لوگ جواز کے قائل ہیں وہ نفسِ مندوب کے قائل ہیں، خلافِ شرع عوارض کے جواز کے وہ بھی قائل نہیں، اور جو عدمِ جواز کے قائل ہیں وہ بھی نفسِ مندوب کو ناجائز نہیں کہتے، البتہ خلافِ شرع عوارض کی وجہ سے ناجائز کہتے ہیں۔

سوم:... اس ذوقی اختلاف کے رونما ہونے کے بعد لوگوں کے تین فریق ہوجاتے ہیں: ایک فریق تو ان بزرگوں کے قول و فعل کو سند بنا کر اپنی بدعات کے جواز پر استدلال کرتا ہے۔ دُوسرا فریق خود ان بزرگوں کو مبتدع قرار دے کر ان پر طعن و ملامت کرتا ہے۔ اور تیسرا فریق کتاب و سنت اور ائمہ مجتہدین کے ارشادات کو سند اور حجت سمجھتا ہے، اور ان کے بزرگوں کے قول و فعل کی ایسی توجیہ کرتا ہے کہ ان پر طعن و ملامت کی گنجائش نہ رہے، اور اگر بالفرض کوئی توجیہ سمجھ میں نہ آئے تب بھی یہ سمجھ کر کہ یہ بزرگ معصوم نہیں ہیں ان پر زبانِ طعن دراز کرنے کو جائز نہیں سمجھتا، پہلے دونوں مسلک افراط و تفریط کے ہیں اور تیسرا مسلک اعتدال کا ہے۔

ان امور کے بعد گزارش ہے کہ حضرت حاجی صاحب نوراللہ مرقدہ کے فعل سے اہلِ بدعت کا استدلال قطعاً غلط ہے، کیونکہ ہماری گفتگو "میلاد" کے ان طریقوں میں ہے جن کا تماشا دن رات اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ اس میلاد کو تو حضرت حاجی صاحبؒ بھی جائز نہیں کہتے، اور جس کو حاجی صاحبؒ جائز کہتے ہیں وہ اہلِ بدعت کے ہاں پایا نہیں جاتا، اس کی مثال بالکل ایسی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ "مسیح موعود" کا آنا مسلمان ہمیشہ مانتے آئے ہیں، اور میں "مسیح موعود" ہوں، لہٰذا قرآن و حدیث کی ساری

پیشگوئیاں میرے حق میں ہیں، پس اگر مرزا قادیانی، قرآن و حدیث والا "مسیح موعود" نہیں، اور اس کا قرآن و حدیث کو اپنی ذات پر چسپاں کرنا غلط ہے تو ٹھیک اسی طرح اہل بدعت کے ہاں بھی حضرت حاجی صاحبؒ والا "میلاد" نہیں، اس لئے حضرتؒ کے قول و فعل کو اپنے "میلاد" پر چسپاں کرنا محض مغالطہ ہے۔

بہرحال صحیح اور اعتدال کا مسلک وہی ہے جو حضرات اکابر دیوبند نے اختیار کیا کہ نہ ہم مروجہ میلاد کو صحیح کہتے ہیں اور نہ ان اکابر کو مبتدع کہتے ہیں یہ تو مسئلے کی مختصر وضاحت تھی۔ آپ کے بارے میں میری مخلصانہ نصیحت یہ ہے کہ اپنی صلاحیتوں کو دین کی سربلندی اور اپنی اصلاح پر صرف کریں، تاکہ ہم آخرت میں خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں سرخ رو ہوں، موجودہ دور میں حق طلبی کا جذبہ بہت کم رہ گیا ہے۔ جس شخص نے کوئی غلط بات ذہن میں بٹھالی ہے، ہزار دلائل سے اسے سمجھاؤ، وہ اسے چھوڑنے کے لئے تیار نہیں، بس آدمی کا مذاق یہ ہونا چاہئے کہ ایک بار حق کی وضاحت کر کے اپنے کام میں لگے، کوئی مانتا ہے یا نہیں مانتا؟ اس فکر میں نہ پڑے۔

حافظ وظیفۂ تو دُعا گفتن است و بس

در بند آں مباش کہ نہ شنید یا شنید

جواب:... ہمارے یہاں ربیع الاول میں "سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے جلوسوں کا اہتمام کیا جاتا ہے اور "جشن عید میلاد النبی" بھی بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے، چراغاں ہوتا ہے، جھنڈیاں لگتی ہیں، جلسے ہوتے ہیں، جلوس نکلتے ہیں، ان تمام اُمور کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق محبت کی ادائیگی سمجھا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اہل فکر کو اس بات پر غور کرنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاریخ ولادت میں مشہور قول ۱۲/ربیع الاول کا ہے، [۱] لیکن محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ۸/ربیع الاول کو ہوئی، [۲] اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریفہ راجح اور مشہور قول کے مطابق ۱۲/ربیع الاول کو ہوئی۔ [۳] گویا

ربیع الاوّل کا مہینہ اور اس کی بارہ تاریخ صرف آپ کا یومِ ولادت نہیں بلکہ یومِ وفات بھی ہے۔ جو لوگ اس مہینے اور اس تاریخ میں "جشنِ عید" مناتے ہیں، انہیں سو بار سوچنا چاہئے کہ کیا وہ اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر تو "جشنِ عید" نہیں منا رہے؟ مسلمان بڑی بھولی بھالی قوم ہے، دشمنانِ دین کے خوشنما عنوانات پر فریفتہ ہو جاتی ہے۔ صفر کے آخری بدھ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرضِ وفات شروع ہوا،[1] دشمنوں کو اس کی خوشی ہوئی، اور اس خوشی میں مٹھائیاں بانٹنا شروع کیں، ادھر مسلمانوں کے کان میں چپکے سے یہ پھونک دیا کہ اس دن آنحضور سرورِ کون و مکاں صلی اللہ علیہ وسلم نے "غسلِ صحت" فرمایا تھا اور آپ سیر و تفریح کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ ناواقف مسلمانوں نے دشمن کی اڑائی ہوئی اس ہوائی کو "حرفِ قرآن" سمجھ کر قبول کر لیا اور اس دن گھر گھر مٹھائیاں بننے لگیں۔ جس طرح "یومِ مرض" کو "یومِ صحت" مشہور کر کے دشمنانِ رسول نے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی کہلانے والوں سے اس دن مٹھائیاں تقسیم کرائیں، اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے "یومِ وفات" کو "یومِ میلاد" مشہور کر کے مسلمانوں کو اس دن "جشنِ عید" منانے کی راہ پر لگا دیا۔ شیطان اس قوم سے کتنا خوش ہوگا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض موت پر مٹھائیاں تقسیم کرتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے دن "جشن" مناتی ہے...! کیا دُنیا کی کوئی غیرت مند قوم ایسی ہوگی جو اپنے مقتدا و پیشوا کے یومِ وفات پر "جشنِ عید" مناتی ہو؟ اگر نہیں، تو سوال یہ ہے کہ مسلمان "بارہ وفات" پر "جشنِ عید" کس کے اشارے پر مناتے ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کام کا حکم دیا تھا؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دُنیا سے تشریف لے جاتے ہوئے فرما گئے تھے کہ میری وفات کے دن کو "عید" بنالینا؟ کیا خلفائے راشدینؓ، صحابہؓ و تابعینؒ اور ائمہ مجتہدینؒ میں سے کسی نے اس دن "جشنِ عید" منایا؟ کیا حدیث و فقہ کی کسی کتاب میں مذکور ہے کہ "بارہ وفات" کا دن اسلام میں "عید" کی حیثیت رکھتا ہے؟ اور

یہ کہ اس دن مسلمانوں کو سرکاری طور پر چھٹی کرنی چاہیے اور "جشن عید" منانا چاہیے...؟

"جشنِ عید" منانا روافض کے ماتم محرم کی تقلید ہے، اور کسی کی برسی منانا (خواہ پیدائش کی ہو یا وفات کی) خود خلافِ عقل و دانش ہے، حضرت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ "تحفۂ اثنا عشریہ" میں تحریر فرماتے ہیں:

"نوع پانزدہم امثال متجددہ را یک چیز بعینہ دانستن، وایں وہم خیلے بر ضعیف العقول غلبہ دارد حتی کہ آب دریا وشعلہ چراغ وآب فوارہ را اکثر اشخاص یک آب ویک شعلہ خیال کنند، واکثر شیعہ در عادات خود منہمک ایں خیال اند، مثلاً روز عاشورا در ہر سال کہ بیاید آں را روزِ شہادت حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام گمان برند واحکام ماتم ونوحہ وشیون وگریہ وزارے۔ وفغاں وبے قرارے آغاز نہند مثل زنان کہ ہر سال بر

---

(۱) والمشهور أنه صلى الله عليه وسلم ولد يوم الإثنين ثانى عشر ربيع الأوّل وهو القول الثالث فى الكلام المصنف وهو قول محمد بن اسحاق بن يسار وإمام المغازى وقول غيره قال ابن كثير وهو المشهور عند الجمهور وبالغ ابن الجوزى وابن الجزار فنقلا فيه الإجماع وهو الذى عليه العمل. (المواهب اللدنيّة ج:۱ ص:۱۳۲ طبع دار المعرفة، بيروت).

(۲) وقيل لثمان خلت منه قال الشيخ قطب الدين القسطلانى وهو اختيار أكثر أهل الحديث ونقل عن ابن وجبير بن مطعم وهو اختيار أكثر من له معرفة بهذا الشأن يعنى التاريخ واختاره الحميدى وشيخه بن حزم وحكى القضاعى فى عيون المعارف إجماع أهل الزيج عليه ورواه الزهرى عن محمد بن جبير بن مطعم وكان محمد عارفًا بالنسب وأيام العرب أخذ ذلك عن أبيه جبير. (المواهب اللدنيّة مع شرحه ج:۱ ص:۱۳۱-۱۳۲ طبع دار المعرفة بيروت).

(۳) وكانت وفاته يوم الإثنين بلا خلاف من ربيع الأوّل وكاد يكون إجماعًا .... ثم عند إسحاق والجمهور أنها فى الثانى عشر منه. (فتح البارى، باب مرض النبى صلى الله عليه وسلم ووفاته ج:۸ ص:۱۲۹). فتوفى عليه الصلاة والسلام حين زاغت الشمس وذلك عند الزوال .... ثم الذى عند ابن اسحاق والجمهور .... (باقی اگلے صفحے پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ).......... أنه مات لإثنتى عشرة ليلة خلت من شهر ربيع الأوّل .... ثم ان وفاته عليه الصلاة والسلام فى اليوم الإثنين. (المواهب اللدنيّة مع شرحه ج:۳ ص:۱۱۰-۱۱۱ طبع دار المعرفة، بيروت).

(۱) فصل فى حوادث السنة الحادية عشرة من الهجرة .... وفيها مرض رسول الله صلى الله عليه وسلم فى آخر الأربعاء من صفر وكان ذلك اليوم ثلاثين من شهر صفر المذكور. (بذل القوة فى حوادث سنى النبوة ص:۲۹۲ طبع جامعة السند، حيدرآباد، پاكستان، أيضًا البداية والنهاية ج:۳ ص:۱۹۷، تاريخ طبرى ج:۳ ص:۱۸۴، تاريخ ابن كثير ج:۲ ص:۱۲۱).

میّت خود ایں عمل نمایند، حالانکہ عقل بالبداہت میداند کہ زمان امر سیال غیر قار ست ہرگز جزاو ثبات و قرار ندارد و اعادۂ معدوم محال و شہادت حضرت امام در روزے شدہ بود کہ ایں روز از اں روز فاصلہ ہزار و دو صد سال دارد ایں روز را بآں روز چہ اتحاد و کدام مناسبت در روز عید الفطر و عید النحر را بریں قیاس نباید کرد کہ درآں جا مایہ سرور و شادے سال بسال متجدد ست یعنی اداء روزہ رمضان و ادائے حج خانہ کعبہ کہ (شکر النعمة المتجددة) سال بسال فرحت و سرور نو پیدا مے شود ولہٰذا اعیاد شرائع بریں وہم فاسد نیامدہ بلکہ اکثر عقلا نیز نوروز و مہرجان و امثال ایں تجددات و تغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا می شود و موجب تجدد احکام میباشد و علیٰ ہذا القیاس تعید بعید بابا شجاع الدین و تعید بعید غدیر و امثال ذالک مبنی بر ہمیں وہم فاسد ست از ینجا معلوم شد کہ روز نزول آیۃ (اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ) و روز نزولِ وحی و شب معراج را چرا در شرع عید قرار ندادہ اند و عید الفطر و عید النحر را قرار دادہ اند و روز تولد و وفات ہیچ نبے را عید نگردانیدند و چرا صوم یوم عاشورا کہ در سال اول بموافقت یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بجا آوردہ بودند منسوخ شد دریں ہمہ ہمیں سر ست کہ وہم را دخلے نباشد بدون تجدد نعمت حقیقۃ سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلافِ عقل خالص از شوائب وہم است۔"

(تحفہ اثنا عشریہ فارسی، ص: ۳۵۱)

ترجمہ:..."نوع پانزدہم نئی نئی امثال کو ایک چیز بعینہٖ جاننا اور یہ وہم کرنا ضعیف العقول پر بہت غلبہ رکھتا ہے، یہاں تک کہ دریا کے پانی اور شعلہ اور چراغ اور آب فوارہ کو اکثر لوگ ایک آگ اور ایک شعلہ خیال کرتے ہیں۔ اکثر شیعہ ان خیالات کے عادتوں میں ڈوبے ہوئے ہیں، مثلاً ہر سال دسویں محرم کی ہوتی ہے، ہر سال روزِ شہادت حضرت امام عالی مقام حسین علیہ السلام کا گمان کرتے ہیں اور احکام ماتم اور شیون اور گریہ

وزاری اور فغاں و بے قراری شروع کرتے ہیں، عورتوں کی طرح کہ ہر سال اپنی میت پر یہ عمل کرتے ہیں، حالانکہ عقل صریح جانتی ہے کہ زمانہ ہر سال کا غیر قار ہے، یعنی قرار نہ پکڑنے والا، کوئی جزاس کا ثابت وقائم نہیں رہتا، اور اس زمانے کا لوٹنا بھی محال ہے، اور شہادت حضرت امام رضی اللہ عنہ کی جس دن ہوئی اُس دن سے اس دن تک فاصلہ گیارہ سو پچاس برس کا ہوا، پھر یہ اور وہ دن کیسے ایک ہو گیا اور کونسی مناسبت ہوگئی؟

عید الفطر اور عیدِ قرباں کو اس پر قیاس کرنا نہیں چاہئے، کیونکہ اس میں خوشی اور شادی سال در سال نئی ہے، یعنی روزے رمضان کے ادا کرنا اور حج خانہ کعبہ کا بجالانا کہ شکر النعمة المتجددة (یعنی شکر ہے نئی نئی نعمت کا) سال در سال فرحت و سرور نیا پیدا ہوتا ہے۔ اسی واسطے عیدین شریعت کی اس وہم فاسد پر مقرر نہیں ہوئی ہیں، بلکہ اکثر عقلاء نے بھی نوروز اور مہرجان اور اَمثال اس کی نئی باتوں اور تغیرِ آسمانی کو خیال کر کے عید اختیار کی ہے کہ ہر سال ایک چیز نئی پیدا ہوتی ہے، اس پر نئے نئے اَحکام کئے جاتے ہیں اور علیٰ ہذا القیاس بابا شجاع الدین کی عید منانا اور غدیرخم کی عید منانا اور مثل ان کے، سب کی بنا، وہم فاسد پر ہے، اور اسی موقع سے

معلوم ہوا کہ جس روز یہ آیت نازل ہوئی: "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ" اور جس دن وحی نازل ہوئی اور شب معراج، ان دنوں کو شرع میں کیوں نہیں عید ٹھہرایا ہے اور عید الفطر اور عیدِ قرباں کو عید ٹھہرایا، وہ دن بھی تو بڑی خوشی کے تھے، ایسے کسی نبی کے تولد اور وفات کے دن کو عید نہ ٹھہرایا اور روزہ عاشورا کا کہ اول سال یہود کی موافقت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھا تھا، کیوں منسوخ ہوا؟ ان سب باتوں میں یہی بھید تو ہے کہ وہم کو دخل نہ ہونے پائے بغیر کسی نئی نعمت حقیقیہ کے فرحت اور سرور کا ہونا یا غم اور ماتم کرنا، اس عقل کے خلاف ہے جو آمیزش وہم سے خالص ہے۔"

(ترجمہ تحفۂ اثناعشریہ ص: ۷۲۶)

علاوہ ازیں اس قسم کے جشنوں میں وقت برباد ہوتا ہے، ہزاروں روپیہ ضائع ہوتا ہے، نمازیں غارت ہوتی ہیں، نمود و نمائش ہوتی ہے، مردوں عورتوں کا اختلاط ہوتا ہے، بے حجابی و بے پردگی ہوتی ہے۔ ذرا غور کیجئے! کیا ان تمام باتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے کوئی جوڑ ہے؟ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس نام پر ان تمام چیزوں کا روا رکھنا کتنا بڑا ظلم ہے...؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادتِ شریفہ اور آپ کا وجودِ سامی سراپا رحمت ہے (حق تعالیٰ شانہ کی مزید عنایت در عنایت یہ کہ ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت میں شامل ہونے کا شرف عطا فرمایا، اللّٰھُمّ فلک الحمدُ ولک الشُّکر) مگر اس رحمت سے فائدہ اُٹھانے والے وہی خوش قسمت ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت و سیرت کو اپنانے اور آپ کے مقدس اُسوۂ حسنہ پر گامزن ہونے کی توفیق ارزانی کی جاتی ہے کہ یہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کا مقصدِ وحید ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہر اُمتی کے لئے مینارۂ نور ہے اور دِین و دُنیا کی فلاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و عادات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اَحکام و اِرشادات کے اتباع پر موقوف ہے اور اس کی ضرورت صرف نماز روزہ وغیرہ عبادات تک محدود نہیں، بلکہ عقائد و عبادات، معاملات و معاشرت، اخلاق و عادات اور شکل و شمائل الغرض! زندگی کے ہر شعبے کو محیط ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کا التزام متعدد وجوہ سے ضروری ہے۔

اوّل:... حق تعالیٰ شانہ نے بار بار تاکیداتِ بلیغہ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی کا حکم فرمایا ہے، بلکہ اپنی اطاعت و بندگی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و اتباع کے ساتھ مشروط فرمایا ہے، چنانچہ ارشاد ہے:

"مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ۔" (النساء:۸۰)

دوم:...ہم لوگ "لا اِلٰہ اِلَّا اللہ محمد رسول اللہ" کا عہد کرکے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے ہیں اور ہمارے اس ایمانی عہد کا تقاضا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک فیصلے پر دل و جان سے راضی ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک حکم کی تعمیل کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو اپنائیں، حق تعالیٰ شانہ کا ارشاد ہے:

"فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔" (النساء:٦٥)

سوم:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر اُمتی کے لئے محبوب ہیں اور یہ محبت شرطِ ایمان ہے، ارشادِ نبوی ہے:

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِيَدِهٖ! لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ۔" (صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم من الایمان ج:۱ ص:٦)

اور محبت کا خاصہ ہے کہ ایک محبِّ صادق اپنے محبوب کی ہر ہر اَدا پر مرمٹتا ہے، اور اسے محبوب کی تمام ادائیں محبوب ہوتی ہیں یہ نہ ہو تو دعویٔ محبت محض لاف و گزاف ہے۔ پس ہماری ایمانی محبت کا تقاضا ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کے سانچے میں ڈھل جائیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک ادا پر مرمٹیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ایک سنت کو زندہ کریں، اس کے بغیر ہمیں بارگاہِ الٰہی سے محبتِ نبوی کی سند نہیں مل سکتی۔

چہارم:...آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی کمالِ انسانیت کا نقطۂ معراج ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام ادائیں، تمام سنتیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا اُسوۂ حسنہ مظہرِ کمال بھی ہے اور مظہرِ جمال بھی۔ پس جو شخص جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرے گا اور اسے جس قدر اُسوۂ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا و اتباع نصیب ہوگی، اسی قدر کمالِ انسانیت سے بہرہ ور ہوگا، اور جس قدر اسے اُسوۂ نبوی سے بُعد ہوگا، اسی قدر وہ کمالاتِ انسانیت سے گرا ہوا ہوگا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی "انسانِ کامل" کے لئے معیار اور نمونے کی حیثیت رکھتی ہے۔ پس نہ صرف اہلِ ایمان کو بلکہ پوری انسانیت کو لازم ہے کہ کمالِ انسانی کی معراج تک پہنچنے کے لئے اس "انسانِ کامل" صلی اللہ علیہ وسلم کے نقشِ قدم کی پیروی کرے، واللہ اعلم!

یہ اس اُمت پر حق تعالیٰ شانہ کا احسانِ عظیم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم محبوب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کا مکمل ریکارڈ اُمت کے سامنے اس طرح موجود ہے کہ گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چلتے پھرتے، اُٹھتے بیٹھتے اور سوتے جاگتے ہماری نظروں کے سامنے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ شمائل اور احادیث کا مستند ذخیرہ موجود ہے، اور ہر دور میں اکابر اُمت اور حضرات محدثینؒ نے اسے اپنے اپنے انداز میں مرتب فرمایا ہے، تاکہ اُمت ہر شعبۂ زندگی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات وارشادات سے واقف ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال کی پیروی کو اپنا مقصدِ زندگی بنائے اور اُسوۂ نبوی کے قالب میں اپنی زندگی کے تمام شعبوں کو ڈھالے۔

موجودہ دور میں جبکہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے مغایرت بڑھتی جارہی ہے اور مسلمان اپنے دین کی تعلیمات اور اپنے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر غیروں کے طور طریقے اپنارہے ہیں، اس بات کی شدید ضرورت ہے کہ مسلمانوں کو چندروزہ جشن منانے کے بجائے ان کی متاعِ گم گشتہ کی طرف بار بار بلایا جائے اور انہیں اسلامی تعلیمات اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کی دعوت دی جائے، کیونکہ مسلمانوں کی دُنیوی واُخروی ہر طرح کی صلاح وفلاح اتباعِ سنت ہی میں مضمر ہے۔

قارئین کرام آپ علمائے حق کی آراء عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں اب آخر میں میں عرب کے چند نامی گرامی علماء اور مفتیان اکرام کی مروجہ جشن عید میلاد النبی ﷺ سے متعلق لکھی گئی کتب سے چند اقتباسات پیش کر کے اس کتاب کو ختم کرتا ہوں جن میں ان علمائے

کرام نے مروجہ محافل میلاد اور عید میلاد سے متعلق تقریباً وہی کچھ بیان کیا ہے جس کا ذکر آپ اس سے قبل الحمد للہ تفصیل سے پڑھ چکے ہیں۔

الشيخ الإمام أبي حفص تاج الدين الفاكهاني

فقلت وبالله التوفيق: لا أعلم لهذا المولد أصلاً في كتاب ولا سنة[٣]، ولا ينقل عمله عن أحد من علماء الأمة[٤]، الذين هم القدوة

في الدين، المتمسكون بآثار المتقدمين، بل هو بدعة، أحدثها البطَّالون[١]، وشهوة نفسٍ اغتنى[٢] بها الأكَّالون، بدليل أنَّا إذا أدرنا[٣]

عليه الأحكام الخمسة قلنا:

إما أن يكون واجباً، أو مندوباً، أو مباحاً، أو مكروهاً، أو محرماً!!

وهو ليس بواجب إجماعاً، ولا مندوباً؛ لأن حقيقة المندوب: ما طلبه الشرع من غير ذم على تركه[١]، وهذا لم يأذن فيه الشرع، ولا فعله الصحابة، ولا التابعون، [ولا العلماء] المُتَدَيِّنون ـ فيما علمت ـ وهذا جوابي عنه بين يدي الله تعالى إن عنه سئلت.

ولا جائز أن يكون مباحاً؛ لأن الابتداع في الدين ليس مباحاً بإجماع المسلمين.

فلم يبق إلا أن يكون مكروهاً، أو حراماً[٢]، وحينئذٍ يكون الكلام فيه في فصلين، والتفرقة بين حالين:

أحدهما: أنْ يعمله رجلٌ مِنْ عَيْن مالِهِ لأهله وأصحابه وعياله، لا يجاوزون [في] ذلك الاجتماع على أكل الطعام، ولا يقترفون شيئاً من الآثام[٣]: فهذا الذي وصفناه بأنه بدعة مكروهة، وشناعة، إذ لم

يفعله أحد من متقدمي أهل الطاعة، الذين هم فقهاء الإسلام، وعلماء الأنام، سُرُج الأزمنة، وزين الأمكنة.

والثاني: أن تدخله الجناية[١]، وتقوى به العناية[٢]، حتى يُعطي أحدهم الشيء ونفسه تَتبَعُه، وقلبه يُؤلِمُه ويوجعه؛ لما يجد من ألم الحيف[٣]، وقد قال العلماء رحمهم الله تعالى: أخذ المال بالحياء كأخذه بالسيف[٤]، لاسيما إن انضاف إلى ذلك شيء من الغناء مع البطون الملأى بآلات الباطل، من الدفوف[٥]، والشّبابات، واجتماع الرجال مع الشباب المُرْد[٦]، والنساء الغانيات، إما مختلطات بهم، أو

مُشْرِفات[١]، والرقص بالتثنّي والانعطاف[٢]، والاستغراق في اللهو ونسيان يوم المخاف[٣].

وكذلك النساء إذا اجتمعن على انفرادهنّ رافعاتٍ أصواتهن بالتَّهْنيكِ[٤] والتطريب في الإنشاد، والخروج في التلاوة والذكر عن المشروع والأمر المعتاد[٥]، غافلات عن قوله تعالى: ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [الفجر: ١٤].

لسماحة مفتي الديار السعودية
الشيخ محمد بن إبراهيم آل الشيخ

قسم العلماء الاجتماع الذي يعمل في ربيع الأول ويسمى باسم: المولد إلى قسمين:

أحدهما: ما خلا من المحرمات فهو بدعة لها حكم غيرها من البدع، قال شيخ الإسلام ابن تيمية في [الفتاوى الكبرى]: أما اتخاذ موسم غير المواسم الشرعية كبعض ليالي شهر ربيع الأول التي يقال: إنها ليلة المولد، أو بعض ليالي رجب، أو ثامن عشر ذي الحجة، أو أول جمعة من رجب، أو ثامن شوال الذي يسميه الجهال: عيد الأبرار ـ فإنها من البدع التي لم يستحبها السلف الصالح ولم يفعلوها.

وقال في [الاقتضاء]: (إن هذا ـ أي اتخاذ المولد عيداً ـ لم يفعله السلف مع قيام المقتضي له، وعدم المانع منه)، قال: (ولو كان هذا خيراً محضاً أو راجحاً لكان السلف رضي الله عنهم أحق به منا، فإنهم كانوا أشد محبة لرسول الله ﷺ وتعظيماً له منا وهم على الخير أحرص).

وقال ابن الحاج في [المدخل]: فإن خلا ـ أي المولد النبوي ـ منه ـ أي من السماع وتوابعه ـ وعمل طعاماً فقط، ونوى به المولد ودعا إليه الإخوان، وسلم من كل ما تقدم ذكره، فهو بدعة بنفس نيته فقط، إذ أن ذلك زيادة في الدين وليس من عمل السلف الماضين، واتباع السلف أولى، بل أوجب من أن يزيد نية مخالفة لما كانوا عليه؛

لأنهم أشد الناس اتباعاً لسنة رسول الله ﷺ، وتعظيماً له ولسنته ﷺ، ولهم قدم السبق في المبادرة إلى ذلك، ولم ينقل عن أحد منهم أنه نوى المولد، ونحن لهم تبع فيسعنا ما وسعهم، وقد علم أن اتباعهم في المصادر والموارد، كما قال الشيخ أبوطالب المكي ـ رحمه الله ـ في كتابه. وقد جاء في الخبر: «**لا تقوم الساعة حتى يصير المعروف منكراً والمنكر معروفاً**»، وقد وقع ما قاله عليه الصلاة والسلام بسبب ما تقدم ذكره وما يأتي بعد؛ لأنهم يعتقدون أنهم في طاعة، ومن لا يعمل عملهم يرون أنه مقصر، فإنا لله وإنا إليه راجعون. ا.هـ.

لسماحة الشيخ
عبدالعزيزبن عبدالله بن باز

أما بعــد:

فقد تكرر السؤال من كثير عن حكم الاحتفال بمولد النبي ﷺ، والقيام له في أثناء ذلك، وإلقاء السلام عليه، وغير ذلك مما يفعل في الموالد.

والجواب أن يقال: لا يجوز الاحتفال بمولد الرسول ﷺ، ولا غيره؛ لأن ذلك من البدع المحدثة في الدين؛ لأن الرسول ﷺ لم يفعله، ولا خلفاؤه الراشدون، ولا غيرهم من الصحابة ـ رضوان الله على الجميع ـ ولا التابعون لهم بإحسان في القرون المفضلة، وهم أعلم الناس بالسنة، وأكمل حباً لرسول الله ﷺ ومتابعةً لشرعه ممن بعدهم.

وقد ثبت عن النبي ﷺ أنه قال: «**من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو ردٌّ**»[1]، أي: مردود عليه، وقال في حديث آخر: «**عليكم**

بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين من بعدي، تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ، وإياكم ومحدثات الأمور، فإن كل محدثة بدعة، وكل بدعة ضلالة»(١).

ففي هذين الحديثين تحذير شديد من إحداث البدع والعمل بها.

وقد قال الله سبحانه في كتابه المبين: ﴿وَمَآ ءَاتَىٰكُمُ ٱلرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَىٰكُمْ عَنْهُ فَٱنتَهُوا۟﴾(٢)، وقال عز وجل: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾(٣)، وقال سبحانه: ﴿لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِى رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا۟ ٱللَّهَ وَٱلْيَوْمَ ٱلْءَاخِرَ وَذَكَرَ ٱللَّهَ كَثِيرًا﴾(٤)، وقال تعالى: ﴿وَٱلسَّٰبِقُونَ ٱلْأَوَّلُونَ مِنَ ٱلْمُهَٰجِرِينَ وَٱلْأَنصَارِ وَٱلَّذِينَ ٱتَّبَعُوهُم بِإِحْسَٰنٍ رَّضِىَ ٱللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا۟ عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّٰتٍ تَجْرِى تَحْتَهَا ٱلْأَنْهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَآ أَبَدًا ذَٰلِكَ ٱلْفَوْزُ ٱلْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾﴾(٥)، وقال تعالى: ﴿ٱلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِى وَرَضِيتُ لَكُمُ ٱلْإِسْلَٰمَ دِينًا﴾(٦).

والآيات في هذا المعنى كثيرة.

وإحداث مثل هذه الموالد يفهم منه: أن الله سبحانه لم يكمل

الدين لهذه الأمة، وأن الرسول ﷺ لم يبلِّغ ما ينبغي للأمة أن تعمل به، حتى جاء هؤلاء المتأخرون فأحدثوا في شرع الله ما لم يأذن به، زاعمين: أن ذلك مما يقربهم إلى الله، وهذا بلا شك فيه خطر عظيم، واعتراض على الله سبحانه، وعلى رسوله ﷺ، والله سبحانه قد أكمل لعباده الدين، وأتم عليهم النعمة.

وقد صرح جماعة من العلماء بإنكار الموالد والتحذير منها؛ عملاً بالأدلة المذكورة وغيرها.

وخالف بعض المتأخرين فأجازها إذا لم تشتمل على شيء من المنكرات؛ كالغلو في رسول الله ﷺ، وكاختلاط النساء بالرجال، واستعمال آلات الملاهي، وغير ذلك مما ينكره الشرع المطهر، وظنوا أنها من البدع الحسنة.

والقاعدة الشرعية: رد ما تنازع فيه الناس إلى كتاب الله، وسنة رسوله محمد ﷺ.

كما قال الله عز وجل: ﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلْأَمْرِ مِنكُمْۖ فَإِن تَنَٰزَعْتُمْ فِي شَيْءٖ فَرُدُّوهُ إِلَى ٱللَّهِ وَٱلرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِٱللَّهِ وَٱلْيَوْمِ ٱلْآخِرِۚ ذَٰلِكَ خَيْرٞ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝٥٩﴾[1]، وقال تعالى: ﴿وَمَا ٱخْتَلَفْتُمْ فِيهِ مِن شَيْءٖ فَحُكْمُهُۥٓ إِلَى ٱللَّهِۚ﴾[2].

وقد رددنا هذه المسألة ـ وهي الاحتفال بالموالد ـ إلى كتاب الله سبحانه، فوجدناه يأمرنا باتباع الرسول ﷺ فيما جاء به ويحذرنا عما نهى عنه، ويخبرنا بأن الله سبحانه قد أكمل لهذه الأمة دينها، وليس هذا الاحتفال مما جاء به الرسول ﷺ، فيكون ليس من الدين الذي أكمله الله لنا وأمرنا باتباع الرسول فيه، وقد رددنا ذلك ـ أيضاً ـ إلى

سنة الرسول ﷺ فلم نجد فيها أنه فعله، ولا أمر به ولا فعله أصحابه رضي الله عنهم، فعلمنا بذلك أنه ليس من الدين، بل هو من البدع المحدثَة، ومن التشبه بأهل الكتاب من اليهود والنصارى في أعيادهم.

وبذلك يتضح لكل من له أدنى بصيرة ورغبة في الحق وإنصاف في طلبه أن الاحتفال بالموالد ليس من دين الإسلام، بل هو من البدع المحدثات التي أمر الله سبحانه ورسوله ﷺ بتركها والحذر منها.

ولا ينبغي للعاقل أن يغتر بكثرة من يفعله من الناس في سائر الأقطار، فإن الحق لا يعرف بكثرة الفاعلين، وإنما يعرف بالأدلة الشرعية، كما قال تعالى عن اليهود والنصارى: ﴿وَقَالُوا لَن يَدْخُلَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَن كَانَ هُودًا أَوْ نَصَارَىٰ ۗ تِلْكَ أَمَانِيُّهُمْ ۗ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿١١١﴾﴾[١]، وقال تعالى: ﴿وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ ۚ﴾[٢].

ثم إن غالب هذه الاحتفالات بالموالد مع كونها بدعة لا تخلو من اشتمالها على منكرات أخرى؛ كاختلاط النساء بالرجال، واستعمال الأغاني والمعازف، وشرب المسكرات والمخدرات، وغير ذلك من الشرور، وقد يقع فيها ما هو أعظم من ذلك وهو الشرك الأكبر، وذلك بالغلو في رسول الله ﷺ، أو غيره من الأولياء، ودعائه والاستغاثة به وطلبه المدد، واعتقاد أنه يعلم الغيب، ونحو ذلك من الأمور الكفرية

قیام

ومن ذلك: أن بعضهم يظن أن رسول الله ﷺ يحضر المولد؛ ولهذا يقومون له محيين ومرحبين، وهذا من أعظم الباطل وأقبح الجهل، فإن الرسول ﷺ لا يخرج من قبره قبل يوم القيامة، ولا يتصل بأحد من الناس، ولا يحضر اجتماعاتهم، بل هو مقيم في قبره إلى يوم القيامة، وروحه في أعلى عليين عند ربه في دار الكرامة، كما قال الله تعالى في سورة المؤمنون: ﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ ﴿١٥﴾ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ ﴿١٦﴾﴾[٢].

وقال النبي ﷺ: «أنا أول من ينشق عنه القبر يوم القيامة، وأنا أول شافع، وأول مُشَفَّعٍ» عليه من ربه أفضل الصلاة والسلام.

فهذه الآية الكريمة والحديث الشريف وما جاء في معناهما من الآيات والأحاديث، كلها تدل على أن النبي ﷺ وغيره من الأموات إنما يخرجون من قبورهم يوم القيامة، وهذا أمر مجمع عليه بين علماء المسلمين ليس فيه نزاع بينهم، فينبغي لكل مسلم التنبه لهذه الأمور، والحذر مما أحدثه الجهال وأشباههم من البدع والخرافات التي ما أنزل الله بها من سلطان. والله المستعان وعليه التكلان ولا حول ولا قوة إلا به.

(حکم الاحتفال بالمولد النبوی ص ٦٣)

لفضيلة الشيخ حمود بن عبدالله التويجري

الرد القوي على الرفاعي والمجهول وابن علوي
وبيان أخطائهم في المولد النبوي

وإذا علم هذا فليعلم أيضاً أن الاحتفال بليلة المولد واتخاذها عيداً لم يكن من هدي رسول الله ﷺ، وإنما هو من المحدثات التي أحدثت بعد زمانه ﷺ بنحو من ستمائة سنة، وعلى هذا فالاحتفال بهذا العيد المحدث داخل فيما حذَّر الله منه في قوله تعالى: ﴿فَلْيَحْذَرِ ٱلَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِۦٓ أَن تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦٣﴾﴾، ولو كان في الاحتفال بهذا العيد المبتدع أدنى شيء من الخير لسبق إليه الصحابة رضي الله عنهم، فإنهم كانوا أسبق إلى الخير ممن جاء بعدهم.

ومنها قوله تعالى: ﴿ اتَّبِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴾[1]. قال ابن كثير في تفسير هذه الآية الكريمة: أي اقتفوا آثار النبي الأمي الذي جاءكم بكتاب من رب كل شيء ومليكه ﴿ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ﴾، أي لا تخرجوا عما جاءكم به الرسول إلى غيره فتكونوا قد عدلتم عن حكم الله إلى حكم غيره، انتهى.

وإذا علم أن الله تعالى أمر عباده باتباع ما أنزله في كتابه ونهاهم عن اتباع الأولياء من دونه فليعلم أيضاً أن اتخاذ ليلة المولد عيداً من اتباع الأولياء الذين ابتدعوا إحياء ليلة المولد واتخذوها عيداً يفعلونه في كل عام.

آگے جا کر لکھتے ہیں:

قلت: ومن الأعمال المردودة بلا ريب إحياء ليلة المولد كل عام؛ لأنه لم يكن من أمر النبي ﷺ، ولا من عمل الصحابة رضي الله عنهم، ولا من عمل التابعين وتابعيهم بإحسان، وإنما هو من محدثات الأمور التي حذّر منها رسول الله ﷺ، وأخبر أنها بدعة وضلالة.

وأما مخالفة الرفاعي لما كان عليه سلف الأمة وأئمتهـــــا والمسلمون جميعاً منذ زمان رسول الله ﷺ، إلى آخر القرن السادس من الهجرة فهو ظاهر، فإنهم لم يكونوا يحتفلون بالمولد ويتخذونه عيداً، ولم يكونوا يخصون ليلة المولد ولا يومه بشيء من الأعمال دون سائر الليالي والأيام. ولو كان الاحتفال بالمولد خيراً لسبق إليه الصحابة رضي الله عنهم، فإنهم كانوا أسبق إلى الخير وأحرص عليه

ممن جاء بعدهم،

وقد روى الإمام أحمد في [الزهد] عن ابن مسعود رضي الله عنه، أنه قال: (عليكم بالسمت الأول)، وروى محمد بن نصر المروزي في كتاب [السنة] عنه رضي الله عنه، أنه قال: (إنكم اليوم على الفطرة، وإنكم ستحدثون ويحدث لكم، فإذا رأيتم محدثة فعليكم بالهدي الأول)، وروى الإمام أحمد، ومحمد بن نصر عنه رضي الله عنه، أنه قال: (اتبعوا ولا تبتدعوا فقد كفيتم، وكل بدعة ضلالة)، وروى أبونعيم في [الحلية] عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما، أنه قال: (من كان

مستناً فليستن بمن قد مات، أولئك أصحاب محمد ﷺ، كانوا خير هذه الأمة، أبرها قلوباً، وأعمقها علماً، وأقلها تكلفاً، قوم اختارهم الله لصحبة نبيه ﷺ، ونقل دينه، فتشبهوا بأخلاقهم وطرائقهم، فهم أصحاب محمد ﷺ، كانوا على الهدى المستقيم، والله رب الكعبة)، وقد روى رزين نحو هذا عن عبدالله بن مسعود رضي الله عنه.

الإنصـــــاف
فيما قيل في المولد من الغلو والإجحاف

لفضيلة الشيخ أبي بكر جابر الجزائري

إن المولد النبوي الشريف في عرف اللغة العربية: هو المكان أو الزمان الذي ولد فيه خاتم الأنبياء وإمام المرسلين محمد صلى الله عليه وآله وصحبه وسلم.

فمولده المكاني: ـ فداه نفسي وأبي وأمي ـ هو دار أبي يوسف المقام عليها اليوم مكتبة عامة بمكة المكرمة. ومولده الزماني: هو يوم الإثنين الثاني عشر من ربيع الأول من عام الفيل على أشهر الروايات وأصحها، الموافق لأغسطس من عام سبعين وخمسمائة من تاريخ ميلاد المسيح عيسى ابن مريم عليه السلام.

هذا هو المراد من كلمة المولد النبوي الشريف في العرف اللغوي، والذي لم يعرف المسلمون غيره طيلة ستة قرون وربع قرن، أي: من يوم نزول الوحي إلى مطلع القرن السابع الهجري، ثم بعد سقوط الخلافة الإسلامية الراشدة وانقسام بلاد المسلمين وتمزقها، وما تبع ذلك من ضعف وانحراف في العقائد، والسلوك، وفساد في الحكم والإدارة ظهرت بدعة المولد النبوي الشريف كمظهر من مظاهر الضعف

والانحراف، فكان أول من أحدث هذه البدعة الملك المظفر صاحب إربل من بلاد الشام(١) غفر الله لنا وله.

وأول من ألّف فيها مولداً أبوالخطاب بن دحية سماه: [التنوير في مولد البشير النذير] قدمه للملك المظفر الآنف الذكر فأجازه بألف دينار ذهباً.

ومن طريف ما يعلم في هذا الشأن: أن السيوطي ذكر في كتابه [الحاوي]: أن الملك المظفر، مبتدع بدعة المولد، قد أعد سماطاً في أحد الموالد التي يقيمها، وضع عليه خمسة آلاف رأس غنم مشوي، وعشرة آلاف دجاجة، ومائة فرس، ومائة ألف زبدية، وثلاثين ألف صحن حلوى. وأنه أقام سماعاً للصوفية من الظهر إلى الفجر، وكان يرقص فيه بنفسه مع الراقصين. فكيف تحيا أمة ملوكها دراويش يرقصون في حفلات الباطل؟! وإنا لله وإنا إليه راجعون.

وإن قيل: وإذا كان المولد بدعة أفلا يثاب فاعله على أفعال البر التي فيه من ذكر ودعاء وإطعام طعام؟

نقول: هل يثاب على صلاة في غير وقتها؟ هل يثاب على صدقة لم تقع في موقعها؟ هل يثاب على حج في غير وقته؟ هل يثاب على طواف حول غير الكعبة أو على سعي بين غير الصفا والمروة؟ فإن قيل في كل هذه: لا، لا، قيل: كذلك في أفعال البر المصاحبة للمولد لا، لا؛ لعلة الإحداث فيها، والابتداع الذي صاحبها، إذ لو صح ذلك وقبل

من فاعله لأمكن الإحداث في الدين، وهذا مردود بقول الرسول ﷺ «من أحدث في أمرنا هذا ما ليس منه فهو رد»(١).

اللہ رب العزّت سے دعاء ہے کہ وہ مجھے اور تمام مسلمانوں کو صحیح دین کی سمجھ اور اس پر استقامت عطا فرمائے، اور پیارے پیغمبر ﷺ کی سنتّوں کی اتباع، اور ہر قسم کی بدعات ورسومات سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے (اٰمین)

والحمدُ لله على توفيقهِ وأسألُه تعالى المزيدَ من فضلهِ، وأنْ يَرْزُقَني محبّةَ لقائِهِ عندُ مفارَقَةِ هذه الدنيا الفانيةِ إلى الدارِ الأبديّةِ الخالدة، ﴿مَعَ الَّذينَ أَنْعَمَ الله عَلَيْهِم من النّبيِّينَ والصِّدِّيقينَ والشُّهداءِ والصَّالِحين وحَسُنَ أولٰئك رَفِيقاً﴾.

محمد موسیٰ شاکر غفراللہ لہ: ۴ جمادی الثانیۃ ۱۴۳۴ھ / ۱۴: اپریل ۲۰۱۳)

